قیمت: چار روپے

AUSTRALIA	A$ 3.50	DENMARK	D. KR. 14.00	ITALY	LIT. 3,000	NEWZEALAND	NZ$ 4.95	SRI LANKA	Rs 40
BANGLADESH	Taka 20	FRANCE	Fr 10	JAPAN		NORWAY	N. KR 12.00	SWEDEN	Kr 15
BELGIUM	Fr 70	FINLAND	F. MK 10.00	KOREA	W 1.800	PAKISTAN	Rs. 15	SWITZERLAND	Fr 3
BRUNEI	B$ 4.50	GERMANY	DM3.50	MALAYSIA	RM 3.00	PHILIPPINES	P 25	THAILAND	B 40
CANADA	C$.3.50	HONG KONG	HK$ 15.00	MALDIVES	Rf 12.00	SAUDI ARABIA	SR 3	U.K.	£ 1.30
CHINA	RMB 12.50	INDONESIA	RP 3,400 (INC.PNN)	NETHERLANDS	G 3.30	SINGAPORE	S$ 2.50	U.S.A.	US $ 3.00

اپنے "حق" کی لڑائی کے لئے اب سابق ڈاکو بھی پارٹی بنائیں گے

چمبل گھاٹی کے سابق ڈاکوؤں کی پہلی دو روزہ کانفرنس کی دلچسپ روداد

کل جن کے قدموں کی آہٹ سے چمبل کی وادی لرز جایا کرتی تھی، جن کا نام سن کر لوگ کانپ جایا کرتے تھے، جن کا غصہ موت کا پیغام ہوا کرتا تھا، جن کی پیشانی کے بل انسانی بستیوں کو تاخت وتاراج کردینے کی علامت بن گئے تھے اور جو دہشت وبربریت کے نمائندہ تھے، آج ایک بار پھر ان کی پیشانیاں شکن آلود ہیں، ان کا چہرہ غصے سے تمتما رہا ہے اور ان کی نگاہیں قہر برسا رہی ہیں لیکن نہ تو کوئی مرعوب ہے، نہ دہشت زدہ، نہ کوئی راہ فرار اختیار کررہا ہے نہ خوف سے کانپ رہا ہے۔ کیونکہ اب وہ دہشت وبربریت کی علامت نہیں رہ گئے ہیں۔ وہ "انصاف" کی بھیک مانگنے اور حکومت کے سامنے دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہیں۔

جی ہاں یہ سب چمبل گھاٹی کے سابق ڈاکو ہیں۔ جنہوں نے ونوبا بھاوے اور جے پرکاش نرائن کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال کر باعزت زندگی گزارنے کا عہد کیا تھا۔ خود سپردگی کے وقت حکومت نے ان سے جو وعدے کئے تھے، ان کے بقول انہیں پورا نہیں کیا گیا۔ جن حالات سے تنگ آکر انہوں نے جنگل کی راہ اختیار کی تھی اور ڈاکو بننے پر مجبور ہوئے تھے تقریبا وہی حالات پھر پیدا ہوگئے ہیں۔ البتہ بقول ان کے اس میں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے یہ حالات ان کے گاؤں کے مکھیوں اور زمینداروں نے پیدا کئے تھے اور اب حکومت پیدا کر رہی ہے۔

گذشتہ دنوں مورینا ضلع کے جورا قصبے میں دریائے چمبل کے ساحل پر گاندھی سیوا آشرم میں اپنی نوعیت کی سابق ڈاکوؤں کی پہلی دو روزہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں کم وبیش دو سو سابق ڈاکوؤں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں بدنام زمانہ ملکھان سنگھ بھی تھا اور تحصیل دار سنگھ بھی۔ روپ سنگھ عرف روپا بھی تھا اور چندیر سنگھ بھی۔ بھگوان

"اس سے بہتر تھا کہ میں آج بھی ڈاکو ہی ہوتا" روپ سنگھ عرف روپا کے تاثرات

سنگھ بھی تھا اور واحد خاتون ڈاکو کپوری دیوی بھی۔

آج ان سابق ڈاکوؤں کا احساس یہ ہے کہ اس سے بہتر ان کی سابقہ زندگی تھی کم از کم اس وقت انہیں انصاف کی بھیک تو نہیں مانگنی پڑ رہی تھی۔ ان لوگوں کو شکایت ہے کہ حکومت نے ان سے زمین دینے اور بہتر زندگی گزارنے کے لئے سہولیات بہم پہنچانے کا وعدہ کیا تھا لیکن ایک بھی وعدہ وفا نہیں ہوا۔

روپ سنگھ عرف روپا جو اپنے گروہ کا سرغنہ تھا شدت سے محسوس کررہا ہے کہ اس نے ہتھیار ڈال کر غلط کیا وہ کف افسوس ملتے ہوئے کہتا ہے کہ اس سے بہتر تھا کہ میں آج بھی ڈاکو ہی ہوتا۔ وہ محکمہ مالیات کے افسران کو ڈاکو بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ آج چھوٹی موٹی نوکری کے لئے چپراسی بھی رشوت طلب کرتا ہے۔ آج گرچہ میں پہلے سے بہتر زندگی جی رہا ہوں لیکن مجھے انصاف نہیں ملا۔ کچھ سابق ڈاکوؤں کو شکایت ہے کہ ایک زمانے میں چمبل کی وادی میں دہشت وبربریت کی علامت بنے ہوئے ڈاکو مان سنگھ کا بیٹا ڈاکو تحصیل دار سنگھ وزراء کی مانند آسائش زندگی گزار رہا ہے۔ واضح رہے کہ یہ وہی تحصیل دار ہیں جنہیں 1991 کے الیکشن میں بی جے پی نے ملائم سنگھ کے خلاف اتارا گیا تھا لیکن ملائم نے انہیں

شاید یہ دونوں سابق ڈاکو ہتھیار ڈالنے پر اپنی جھلاہٹ کا اظہار کررہے ہیں

شکست دیدی تھی۔

روپ سنگھ اپنے ڈاکو بننے کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتا ہے کہ 1948 میں تقسیم ملک کے فوراً بعد اسے مردہ قرار دیدیا گیا تھا اور وراثت میں اسے ملنے والی 135 بیگھ زمین 130 کلو چاندی اور 55 تولہ سونا کو ایک بنیا نے ہتھیا لیا تھا مجبور ہو کر اسے باغی بن جانا پڑا۔ چندیر سنگھ کہتا ہے کہ اس کے گاؤں کا پردھان اس کے گھر پر قبضہ کرنا چاہتا تھا جس کے نتیجے میں دونوں میں زبردست لڑائی ہوئی اور اس نے پردھان کے ایک قریبی کو بندوق سے بھون دیا اور راہ فرار اختیار کرکے جنگل میں چلا گیا اور ایک گروہ میں شامل ہوگیا۔ اس کا کہنا ہے کہ جب تک پردھان زندہ رہا وہ اس کا پیچھا کرتا رہا لیکن اس کی فطری موت کے بعد اس نے ہتھیار ڈال دیا آج وہ چند بیگھہ زمین چاہتا ہے تاکہ اپنے آبائی گاؤں سے دور اپنے دو بیٹوں اور دو غیر شادی شدہ بیٹیوں کے ساتھ زندگی گزار سکے۔

اپنی دونالی بندوق کے ساتھ کانفرنس میں شرکت کرنے والے بھگوان سنگھ کا کہنا ہے کہ میں نے بہت سارے اسلحے جمع کرادیے ہیں اور باعزت زندگی گزارنا چاہتا ہوں لیکن اب بھی میرے مخالفین جنگل میں ہیں اور مجھ سے انتقام لینے کے مواقع کی تلاش میں ہیں، مجھے تحفظ چاہیے تاکہ میں ان کی گولیوں کا نشانہ نہ بنوں۔ ساڑھے چھ فٹ لمبا ملکھان سنگھ جس کے قدموں کی دھمک سے برسوں تک چمبل کی گھاٹی لرزتی رہی آج بھی اسی آن بان سے جی رہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اب اس کی انگلیاں بندوق کی لبلبی پر نہیں ہیں اور نہ ہی وہ دہشت وبربریت کی علامت ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آج کے سیاستداں سب سے بڑے ڈاکو ہیں، اس نے سیاستدانوں کو وعدہ خلاف قرار دیتے ہوئے کہا کہ جب ملائم سنگھ پھولن دیوی کو رہا کرسکتے ہیں تو مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ دگ وجے سنگھ گیارہ سال سے مورینا جیل میں بند رمیش شکاروار کو کیوں نہیں چھوڑ سکتے۔ اس نے سابق ڈاکوؤں سے اپیل کی کہ وہ ایک پارٹی بنائیں جو ان کے حق کی آواز بلند کرسکے اور ہتھیار ڈال دینے والے ڈاکوؤں کو انصاف دلاسکے۔

بیشتر ڈاکوؤں کے باغی ہونے کی داستان تقریباً یکساں ہے سبھی کی لڑائی بااثر لوگوں سے رہی جنہوں نے ان کے ساتھ ناانصافی کی۔ ان سابق ڈاکوؤں نے ایسے تمام لوگوں کو تو ختم کردیا لیکن آج وہ ایک بار پھر بقول ان کے ناانصافی کے شکار ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ان کی شکایات پر کان دھرا جائے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پھر بندوق اٹھانے پر مجبور ہوجائیں۔

تہاڑ جیل میں کیا ٹھاٹھ ہیں چارلس شوبھراج کے

بین الاقوامی مجرم اور بدنام زمانہ قاتل چارلس شوبھراج تہاڑ جیل میں جس ٹھاٹھ کی زندگی گزار رہا ہے، جیل سے باہر رہنے والے بیشتر "آزاد" لوگوں کو بھی شاید ویسی سہولیات میسر نہ ہوں۔ جیل کے آٹھ ہزار سے زائد قیدیوں میں سے شاید وہ تنہا قیدی ہے جس کی امتیازی حیثیت ہے اور جو شاید خود کو قیدی محسوس نہ کرتا ہو۔ اس کو الیکٹرانک ٹائپ رائٹر ٹیپ ریکارڈر، ٹی وی سیٹ، واک مین، کیسٹ، ڈیزرٹ کولر اور دوسری الیکٹرانک اشیاء دستیاب ہیں۔ یہ ساری چیزیں اسے ذاتی استعمال کے لئے دی گئی ہیں۔

جیل قوانین کے مطابق ٹائپ رائٹر، ٹیپ رکارڈر اور دوسری اس قسم کی اشیا جن کے غلط استعمال کا خطرہ ہو، قیدیوں کو فراہم نہیں کی جاسکتیں۔ لیکن جیل کے بارسوخ ذرائع کے مطابق چارلس شوبھراج کے لئے ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ جیل سپرنٹنڈنٹ کرن بیدی اس پر خاصی مہربان ہیں کیونکہ وہ ان کی سوانح حیات لکھ رہا ہے۔ حالانکہ کرن بیدی مذکورہ سہولیات کے فراہم کرنے سے انکار کرتی ہیں۔ البتہ وہ یہ ضرور کہتی ہیں کہ اس کو ٹائپ رائٹر اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ

> جیل قوانین کے مطابق ٹائپ رائٹر، ٹیپ رکارڈر اور دوسری اس قسم کی اشیا جن کے غلط استعمال کا خطرہ ہو، قیدیوں کو فراہم نہیں کی جاسکتیں۔ لیکن جیل کے بارسوخ ذرائع کے مطابق چارلس شوبھراج کے لئے ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔

جیل کے اندر چلنے والی ٹائپنگ کی کلاس کرتا ہے۔ شوبھراج اپنی الگ شناخت بنائے رکھنے کے لئے سر پر سرخ ٹوپی بھی پہنتا ہے۔ جب کہ ماہرین قوانین کے مطابق اس کی اجازت اسے نہیں ہے۔ لیکن کرن بیدی کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں وضع کردہ قوانین کا اطلاق انڈر ٹرائیل قیدیوں پر نہیں ہوتا وہ اپنے کپڑے پہن سکتے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایسے قوانین پرانے ہوچکے ہیں اور اب ان میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ شوبھراج کو روزانہ کھانے میں بکرے کا گوشت بھی ملتا ہے۔ اس کی اجازت تیس ہزاری عدالت نے دی ہے البتہ ابھی تک تہاڑ جیل کے افسران نے اس عدالتی اجازت کے خلاف اپیل نہیں کی ہے۔ جہاں تک کرن بیدی کی سوانح حیات لکھنے کا سوال ہے تو بیدی اس سے بھی لاعلمی ظاہر کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ وہ شاید تہاڑ جیل کے حالات پر کوئی کتاب لکھ رہا ہے۔ اس لئے وہ مجھے نظرانداز نہیں کرسکتا کیونکہ میں جیل کی سربراہ ہوں۔

بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ شوبھراج کو تہاڑ جیل میں امتیازی پوزیشن حاصل ہے۔ یہاں تک کہ گذشتہ دنوں جیل نمبر دو کے سپرنٹنڈنٹ ترسیم کمار نے اپنی ایک کتاب "سلاخوں کے باہر کی آزادی" پر اس سے پیش لفظ لکھوایا تھا۔ جس میں اس نے کرن بیدی کی جیل اصلاحات کی کھل کر ستائش کی تھی اور انہیں جیل کی معمار اور "مادر تہاڑ جیل" لکھا اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ آج معاشرہ کو کرن بیدی جیسی شخصیات کی ضرورت ہے۔ ان کی اصلاحات کو ملک بھر کی جیلوں میں نافذ کرنا چاہیے۔ صرف اتنا ہی نہیں، کرن بیدی نے صدر بل کلنٹن کو ایک کتاب پیش کی ہے جس میں شوبھراج کی ننگی سی رنگین تصویر بھی ہے۔

51 سالہ شوبھراج عام لوگوں کے لئے اپنے اندر بڑی کشش رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ اپنا کیس لڑنے تیس ہزاری جاتا ہے تو وہاں لوگوں کی زبردست بھیڑ لگ جاتی ہے۔ گذشتہ دنوں جب وہ عدالت سے واپسی پر ایک پی سی او میں داخل ہو کر فون کرنے لگا تو ٹریفک جام ہوگئی۔ شوبھراج پر کئی سنگین الزامات ہیں۔ اس نے کم از کم بیس افراد کو قتل کیا ہے، چھ جیلیں توڑ کر بھاگا ہے اور درجنوں لوگوں کو بیوقوف بنا چکا ہے۔ وہ پوری دنیا کی پولس کو مطلوب ہے، کئی ممالک میں اس کے خلاف مقدمات چل رہے ہیں۔ تھائی لینڈ کی عدالت نے اس کو عمر قید کی سزا سنا رکھی ہے۔ وہ وہاں جانا نہیں چاہتا وہ تہاڑ جیل میں 19 برسوں سے بند ہے، وہ ایک سال اور تہاڑ میں گزارنا چاہتا ہے کیونکہ بیس سال پورے ہونے پر وہ قانون کی رو سے تھائی لینڈ کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔ 1986 میں وہ تہاڑ جیل کی سلاخوں کو توڑ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا مگر بنارس میں پکڑا گیا تھا۔ تقریباً ایک سال قبل اس کی بیٹی نے جیل میں آکر اس سے ملاقات کی تھی۔ بعد میں اخبارات میں کافی دنوں تک یہ دلچسپ بحث چلتی رہی کہ آیا وہ اس کی بیٹی ہے یا نہیں۔

بہرحال چارلس شوبھراج ممکن ہے کہ جلد ہی رہا ہوجائے۔ کیونکہ وہ اپنی ممکنہ سزا سے بھی زیادہ دن جیل میں گزار چکا ہے۔ لیکن وہ جیل میں بیس سال پورے کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ تھائی لینڈ حکومت کے حوالے نہ کیا جاسکے۔

عام انتخابات کے پیش نظر مسلمانوں کو رجھانے اور پھسلانے کی مہم شباب پر

رپورٹ : سہیل انجم

عام انتخابات کے دن جوں جوں قریب آرہے ہیں مسلمانوں کے ارد گرد سیاسی جماعتوں کا اژدہام بڑھنے لگا ہے۔ یہاں تک کہ بی جے پی بھی مختلف کرتبوں اور ڈراموں کا سہارا لیکر انہیں رجھانے اور پھسلانے میں مصروف ہو گئی ہے۔ اپنی پیشانی پر بابری مسجد کے انہدام، لاتعداد فرقہ وارانہ فسادات اور مسلم دشمنی کے کلنک کا ٹیکہ لگانے اور اس پر فخر کا اظہار کرنے والی بی جے پی اپنے آپ کو مسلمانوں کا دوست بتانے لگی ہے۔ اس نے اپنی انتخابی مہم کا آغاز اسی یک نکاتی پروگرام کے تحت کیا ہے کہ کس طرح مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں پھانسا جائے اور انہیں بیوقوف بنا کر انکے ووٹوں کی دولت اپنی جھولی میں ڈالنے میں کامیابی حاصل کی جائے۔

کانگریس بھی، جو کہ یہ سمجھتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی نگاہ اعتبار و اعتماد سے اتر گئی ہے اور مسلمانوں نے اسے راندہ درگاہ کر دیا ہے، ڈھکے چھپے انداز میں یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی ہے کہ ہم تو کبھی مسلم دشمن رہے ہی نہیں۔ ہمارے علاوہ مسلمانوں کا سچا ہمدرد اور کون ہے، راؤ سے بغاوت کر کے ان کے سایہ عاطفت سے باہر آنے والے ارجن سنگھ بھی خود کو اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں میں محبوب و مقبول تصور کر رہے ہیں اور یہ سوچے بیٹھے ہیں کہ مسلمان انہیں تھوک کے بھاؤ ووٹ دیکر دلی کی گدی پر بٹھا دیں گے۔

کانگریس یوں تو اپنے اندر یہ جرآت نہیں کر پا رہی ہے کہ مسلمانوں سے بالمشافہ گفتگو کرے لیکن اپنے روایتی انداز میں ایسے اقدامات کر رہی ہے کہ مسلمان اپنا غصہ تھوک دیں اور اس کی "نادانیوں" کو معاف کر کے پھر اسے اپنے دائرہ اعتماد میں لے لیں۔ کشمیر میں الیکشن کرانے کا شور و غوغہ بھی اسی حکمت عملی کا ایک حصہ ہے۔ حکومت اپنے اس عزم کا اظہار کر رہی ہے کہ وہ کشمیر میں الیکشن کروا کر عنان حکومت منتخبہ افراد کے ہاتھوں میں سونپنا چاہتی ہے۔ دوسری طرف ٹاڈا کے مسئلے پر کانگریسی حلقوں میں بھی ہائے توبہ مچی ہوئی ہے۔ اعلیٰ کمان کے اشارے پر کوئی نہ کوئی لیڈر "اس قانون کو ختم کیا جائے ورنہ جان دینے" کی باتیں کرنے لگتا ہے۔

ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی کا دورہ ابھی تازہ ہے۔ وزیر اعظم نرسمہا راؤ نے پروٹوکول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جس طرح ان کا خیر مقدم کیا وہ بھی اسی حکمت عملی کا ایک حصہ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ رفسنجانی کی جتنی زیادہ آؤ بھگت کی جائے گی مسلمان اتنا ہی خوش ہوں گے۔ بارسوخ ذرائع کا یہ بھی کہنا ہے کہ وزیر اعظم نرسمہا راؤ نے خفیہ طور پر مسلم وزراء اور مسلم لیڈروں کو اس محاذ پر لگا رکھا ہے اور انہیں یہ ہدایت دے رکھی ہے کہ ان کے مطالبات کی فہرست تیار کی جائے، ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور وہ جس قیمت پر بھی کانگریس کے قریب آئیں انہیں لایا جائے۔

> سنسکرت میں قرآن شریف کا ترجمہ کسی بھی قدیم ہندوستانی زبان میں پہلا ترجمہ ہوگا۔ یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ وہ بی جے پی جس کی سیاست کی اساس مسلم دشمنی پر ہے، مسلمانوں کی مقدس آسمانی کتاب کا ترجمہ شائع کرانے جا رہی ہے۔ سچ ہے کہ اللہ کس سے، کس بہانے، کون سا کام لے لے کہا نہیں جا سکتا۔

مسلمانوں کو اپنے قریب کرنے کی جنگ صرف کانگریس ہی نہیں لڑ رہی ہے دیکھا جائے تو تمام پارٹیوں نے بیک وقت مسلم ووٹوں پر حملہ کر دیا ہے۔ بال ٹھاکرے اگر مسلمانوں کے خلاف ہذیان بکتے ہیں تو وہیں وزیر اعلیٰ منوہر جوشی کہتے ہیں کہ شیو سینا میں غداروں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اور مسلمان ہمارے قریب آرہے ہیں۔ (گویا اب اس کی نظر میں مسلمان غدار نہیں ہیں) انہوں نے یہ اشارہ دیا ہے کہ بمبئی میں مساجد کو کثیر المنزلہ بنانے کی اجازت دینے کی تجویز پر غور کیا جا رہا ہے۔ مہاراشٹر کے ورار میں منعقد ہونے والی بی جے پی کی میٹنگ میں یہ تجویز رکھی گئی اور پرمود مہاجن و منڈے اس تجویز کو لیکر جوشی جی کے پاس گئے اور اب ان لوگوں نے مسلمانوں کو یہ مژدہ سنا دیا کہ بمبئی میں فرقہ وارانہ کشیدگی سے نبرد آزما ہونے کے لئے مساجد کو کثیر المنزلہ بنانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

جیسا کہ گذشتہ شمارے میں لکھا گیا تھا کہ بی جے پی خوبصورت وعدوں کا پلندہ لیکر مسلمانوں کے دروازے پر دستک دینے والی ہے، تو اب اس نے اپنی مہم شروع کر دی ہے۔ پہلے گوا اور پھر مہاراشٹر کے ورار میں ہونے والے بی جے پی کے اجلاسوں میں جو سب سے اہم فیصلہ کیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ بی جے پی کے تعلق سے مسلمانوں کی غلط فہمیاں دور کی جائیں۔ دراصل اب یہ حقیقت بی جے پی پر روشن ہو گئی ہے کہ طاقت کا توازن مسلمانوں کے ہی ہاتھ میں ہے۔ مسلمان جس کی طرف جھک جائیں گے اقتدار کا مالک وہ بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آڈوانی مسلم ووٹوں کو "قدر" کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں واجپئی بھی اپنے ساتھیوں کو مشورہ دے رہے ہیں کہ ہندوتو کے اسٹینڈ میں ہمیں نرمی اختیار کرنی چاہئے اور کاشی متھرا کے ایشوز کو اپنے ایجنڈے سے خارج کر دینا چاہئے۔ حالانکہ ابھی تک بی جے پی اور آر ایس ایس کے لوگ یہ پروپیگنڈہ کر رہے تھے "مسلم ووٹ بینک" نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ یہ محض ایک بھرم ہے اور اس بھرم کو ہم کئی بار توڑ چکے ہیں۔ لیکن اب وہ خود اسی "بھرم" کے ارد گرد منڈلانے لگے ہیں۔

راجیش پائلٹ: مسلم دوستی کی مٹھاس سے لطف اندوز ہونے کی کوشش میں

ابھی تک بی جے پی کانگریس، جنتا دل اور دوسری جماعتوں پر بڑی شد و مد کے ساتھ یہ الزام لگاتی رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کا اپیزمنٹ کرتی ہیں۔ ان کی منہ بھرائی کرتی ہیں اور انہیں بیجا لاڈ پیار دیتی ہیں۔ لیکن اب وہ خود وہی سارے اقدامات کرنے جا رہی ہے اور لاڈ پیار کرنے کی اس روش پر گامزن ہونے کی کوشش کر رہی ہے جس کی مذمت اور مخالفت کیا کرتی تھی۔ مسلمانوں کو کس طرح بی جے پی کے قریب لایا جائے یہ سکندر بخت اور عارف بیگ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ انہیں اسکی ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کی بدگمانی کو خوش گمانی میں بدل دیں۔ ان کے سوئے زن کو حسن زن بنا دیں، تاکہ ہم انکے دوش پر سوار ہو کر ایوان اقتدار تک پہنچ جائیں۔

وزیر اعلیٰ مدن لال کھورانا: مسلمانوں کو شہریت کا ثبوت تقسیم کرتے ہوئے

بی جے پی خوب جانتی ہے کہ مذہبی جذبات بہت طاقتور ہتھیار ہوتے ہیں۔ اس کا ادراک اس سے زیادہ اور کسے ہوگا کیوں کہ اسی ہتھیار کا سہارا لیکر وہ سیاسی کامیابی کی بلندی تک پہنچی ہے۔ شاید اسی لئے اس کے لیڈروں کے ذہن میں قرآن شریف کا سنسکرت میں ترجمہ شائع کرنے کا خیال آیا ہے۔ وشو ہندو پریشد اور بی جے پی کے کچھ لیڈران ابھی تک قرآن شریف کو بھی نعوذ باللہ منافرت اور دشمنی کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے۔ بی جے پی کے ایک ممبر پارلیامنٹ تو کچھ دنوں قبل تک ایسا پمفلٹ ہندوؤں میں تقسیم کرتے پھر رہے تھے جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ قرآن کریم کافروں کو قتل کرنے کی ترغیب مسلمانوں کو کس طرح دیتا ہے۔

لیکن اب طرفہ تماشہ دیکھئے کہ وہی بی جے پی قرآن شریف کا سنسکرت میں ترجمہ شائع کرنے جا رہی ہے۔ ہریانہ کے ایک کالج میں سنسکرت کے استاد پروفیسر ستیہ دیو ورما کو ترجمہ کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ ان کی اہلیہ ہریانہ بی جے پی میں ایک اہم عہدے پر فائز ہیں۔ شاید انہوں نے اپنا کام شروع بھی کر دیا ہے۔ کیوں کہ عارف بیگ کے بقول سنسکرت میں قرآن شریف کے ترجمے کا اجراء ایک قابل ذکر مسلم مذہبی رہنما سے کروایا جائے گا۔ عارف بیگ کا کہنا ہے کہ یہ کام سنسکرت ادب کے میدان میں ایک گراں قدر خدمت کے مترادف ہوگا۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کا مقصد فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینا ہے۔ آخر اورنگزیب عالم گیر کے دو بیٹوں دارا اور شکوہ نے بھی تو مقدس گیتا کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا۔ بہر حال سنسکرت میں قرآن شریف کا ترجمہ کسی بھی قدیم ہندوستانی زبان میں پہلا ترجمہ ہوگا۔ یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ وہ بی جے پی جس کی سیاست کی اساس مسلم دشمنی پر ہے، مسلمانوں کی مقدس آسمانی کتاب کا ترجمہ شائع کرانے جا رہی ہے۔ سچ ہے کہ اللہ کس سے، کس بہانے، کون سا کام لے لے کہا نہیں جا سکتا۔ کون سوچ سکتا تھا کہ بی جے پی ایسا کام بھی کر سکتی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں ایک بات جو ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ اگر اس کا مقصد فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینا ہے تو بی جے پی ہندی ترجمہ کیوں نہیں شائع کراتی۔ سنسکرت پڑھنے والوں کی تعداد کتنی ہے؟ اس سے کتنے لوگ فیض یاب ہو سکتے ہیں ہاں اگر ہندی ترجمہ شائع کرتی تو شاید کچھ لوگوں کا ذہن مسلمانوں کی طرف سے صاف ہو جاتا۔

بہر حال بی جے پی کے اس اقدام کو مسلمان پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں یا نہیں؟ اس سے قطع نظر مسلمانوں کے تعلق سے بی جے پی کی نرم روی میں خیر کا ایک پہلو یہ پوشیدہ ہے (ممکن ہے غلط بھی ہو) کہ فرقہ وارانہ کشیدگی میں کسی حد تک کمی واقع ہو جائے گی اور جب اعلیٰ سطح کے لیڈر مسلمانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے (نیت کچھ بھی ہو) تو ورکرس کی سطح پر بھی تبدیلی رونما ہوگی اور غلط فہمیوں کا درجہ حرارت نیچے آئے گا۔ ممکن ہے ووٹ کے لالچ ہی میں مسلم دشمن بی جے پی کا ذہن کچھ بدل جائے اور وہ مسلمانوں کو ساتھ لیکر چلنے کی روش پر گامزن ہو جائے۔

علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ رابطہ عامہ کی وضاحت

Phones { Office : 400105 / Res. : 400939
Telex : 564-230-AMU-IN
PUBLIC RELATIONS OFFICE
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH – 202 002 (U.P.), INDIA

P.R.O's Office

Ref. No.________/PRO

Dated 29.04.95

مکرمی!

ملی ٹائمز انٹرنیشنل (مورخہ یکم تا 15 مئی 1995) میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے متعلق تفصیلی رپورٹ یونیورسٹی کے معاملات سے آپ کی گہری دلچسپی کی مظہر ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا اگر علیگڑھ میں مقیم آپ کے نمائندے یونیورسٹی کے کسی ذمہ دار سے رابطہ قائم کر لیتے تو بعض حقائق کا غلط اندراج نہ ہوتا اور نہ قارئین میں غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان رہتا۔ آپ کے نمائندے کا یہ کہنا "آنجناب (وائس چانسلر) نے ریکارڈ میں دھاندلی کر کے اپنے بھائی کو علیگڑھ پبلک اسکول کا مینیجر بنا دیا ہے"۔ درست نہیں ہے۔ اس ضمن میں عرض کرنا ہے کہ وائس چانسلر پروفیسر شمیم احمد نے خواجہ حلیم صاحب کو مینیجر نہیں بنایا ہے۔ خواجہ شمیم صاحب کے عہدہ سنبھالنے سے پہلے ہی سے اسکول کے مینیجر پروفیسر وصی الرحمان اور خازن خواجہ حلیم صاحب ہیں۔

(شافع قدوائی)
او ایس ڈی، رابطہ عامہ،
علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مہاراشٹر حکومت کی نظر میں

بنگلہ بولنے والے بنگلہ دیشی اور اردو بولنے والے پاکستانی ہیں

سکینہ بی بی ہو یا مرجینا، عائشہ ہو یا حسینہ، رزاق شیخ ہو یا حفیظ الرحمن سب کی ایک ہی کہانی ہے یہ سب بنگلہ بولتے ہیں اس لئے بنگلہ دیشی قرار دیدیے گئے ہیں اور مہاراشٹر حکومت انہیں بنگلہ دیش بھیجنے پر کمر بستہ ہوگئی ہے۔ ان کا قصور صرف اتنا سا ہے کہ یہ بنگلہ بولتے ہیں اور مسلمان ہیں اگر یہ بنگلہ کے علاوہ کوئی اور زبان بولتے یا پھر غیر مسلم ہوتے تو یہ ریاستی حکومت کی نظر میں بن بلائے مہمان نہیں کہلاتے بلکہ ان کو بھی وہاں رہنے کا وہی حق حاصل ہوتا جو ایک مہاراشٹرین کو حاصل ہے۔ اور ان کی زندگی بال ٹھاکرے اور ان کے غنڈوں کے رحم وکرم پر نہیں ہوتی۔

آج بمبئی میں لفظ بنگالی ایک گالی بن چکا ہے بنگلہ بولنے والے بنگلہ دیشی اور اردو بولنے والے پاکستانی بن گئے ہیں۔ یہ نئی تشریح مہاراشٹر کی نئی حکومت کی ہے جو 43 ہزار نام نہاد بنگلہ دیشیوں کو نکال کر بمبئی کو پاک کرنا چاہتی ہے۔ بی جے پی نے

بنگالی پورہ شیو سینا حکومت کے نشانے پر

پہلے کہا تھا کہ بمبئی میں رہ رہے غیر قانونی بنگلہ دیشیوں کی تعداد تین لاکھ ہے پھر اس نے کہا کہ پونے دو لاکھ ہے اور اب کہہ رہی ہے کہ پچاس ہزار ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ بنگلہ بولنے والے غیر مسلم باعزت شہری ہیں اور انہیں تمام سولیات حاصل ہیں۔ ایک ماہر قانون اور انسانی حقوق کے میدان میں کام کرنے والے اتل سیتل واڈ کا کہنا ہے کہ یہاں ایسے بہت سے بنگلہ دیشی ہندو بھی ہیں جو غیر قانونی طریقے سے رہ رہے ہیں لیکن انہیں کوئی نہیں چھیڑتا۔ حکومت صرف مسلمانوں کو نکالنے کے لئے بے چین ہے۔

معاملہ کچھ ایسا ہی ہے اسی لئے ٹھاکرے کے اعلان کے ساتھ ہی ایسے 28 علاقوں کی نشاندہی کرلی گئی ہے جہاں حکومت کے بقول بنگلہ دیشی مسلمان رہتے ہیں۔ ان میں بنگالی پورا، گوونڈی، ٹرامبے، رئی روڈ، پی پی میلو روڈ اور چیتا کیمپ وغیرہ ہیں۔ یہاں رہنے والوں کا چین وسکون غارت ہوگیا ہے۔ رات میں اسپیشل برانچ والے سادہ لباس میں آتے ہیں اور لوگوں کو بنگلادیشی کہہ کر اٹھالے جاتے ہیں۔

> پولس اور اسپیشل برانچ کی کئی ٹیمیں بنادی گئی ہیں جو دن میں نام نہاد بنگلہ دیشیوں کے علاقوں کی شناخت کرتی ہیں اور رات میں چھاپہ مار کر انہیں گرفتار کرتی ہیں۔ یہ سلسلہ تیزی سے چل رہا ہے

بنگالی پورا ویلفیئر سوسائٹی کے لیڈر محمد حنیف کہتے ہیں کہ فرقہ وارانہ فسادات کی یاد پھر تازہ ہوگئی ہے۔ وہی خوف وہراس پھر لوٹ آیا ہے۔ یہاں تک کہ بیس بیس برسوں سے رہنے والے مسلمانوں کو بھی پولیس اٹھالے جارہی ہے۔ ان کا قصور صرف اتنا ہی ہے کہ وہ بنگالی بولتے ہیں اور مسلمان ہیں۔

سکینہ بی بی کہتی ہے کہ میرے پاس راشن کارڈ ہے اور میں مغربی بنگال کے 24 پرگنہ کی رہنے والی ہوں لیکن پولیس نہیں مانتی۔ ہاں اگر میں پولیس کو ایک ہزار روپے دیدوں تو میں بنگلہ دیشی نہیں رہوں گی بلکہ ہندوستانی ہوجاؤں گی۔ 28 سالہ حفیظ الرحمان بھی کلکتہ کا رہنے والا ہے اس کے پاس پاسپورٹ ہے، سہارنپور سے تعلیم حاصل کرنے کی اسناد ہیں۔ گرام پنچایت کی ایک سند ہے۔ لیکن پھر پولیس اسے پانچ چھ بار اٹھالے گئی۔ وہ کہتا ہے کہ پولیس جب بھی مجھے لے جاتی ہے تو پیسہ طلب کرتی ہے۔ 1993 کی سردیوں میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ پولیس نے دو ہزار روپے مانگے۔ میں نے کہا کہ مجھے بنگلہ دیش یا پاکستان کہیں بھی بھیج دو لیکن میں پیسہ نہیں دوں گا میں اصلی ہندوستانی ہوں تو میں پیسہ کیوں دوں؟ پھر مجھے مالدہ میں بی ایس ایف کے حوالے کردیا گیا میں نے انہیں اپنے کاغذات سے مطمئن کردیا تو انہوں نے مجھے بمبئی واپس کردیا۔ لیکن یہاں پولیس میرا پاس پورٹ واپس کرنے کو تیار نہیں تھی۔ بالآخر تین سو روپے دیکر اپنا پاسپورٹ چھڑوایا۔

ایک مسلمان اپنی شہریت کا ثبوت دکھاتے ہوئے

اسی طرح شیخ محمد کا کہنا ہے کہ پولیس نے میرے 18 سالہ بیٹے رزاق شیخ کو گرفتار کرکے بنگلہ دیش بھیج دیا۔ وہاں کی پولیس نے اس کی چھان بین

باقی صفحہ ۶ پر

کتنی مشابہت کتنا تضاد

اس وقت ملک میں دو وزرائے اعلی ایسے ہیں جو عام وزرائے اعلی سے ذرا مختلف ہیں۔ دونوں میں بہت حد تک مماثلت بھی ہے اور تضاد بھی ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے کی کامیابی سے حوصلہ ملتا ہے اور دونوں عوام میں یکساں مقبول ہیں۔ دونوں پچھڑے اور پسماندہ طبقات کے لیڈر ہیں اور دونوں کی امیج ایک مسیحا کی بن گئی ہے۔ دونوں کو مسلمانوں کی بھرپور حمایت حاصل ہے اور دونوں نے اپنی اپنی ریاستوں میں نئی تاریخ مرتب کی ہے۔ قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ اترپردیش کے وزیر اعلی ملائم سنگھ اور بہار کے وزیر اعلی لالو یادو کا ذکر ہورہا ہے۔

دونوں رہنماؤں کے ساتھ یادوؤں کی زبردست حمایت ہے اور دونوں کو مسلمانوں نے اپنا نجات دہندہ تصور کررکھا ہے۔ معمولی گھرانے میں پیدا ہو کر وزیر اعلی بننے والے ان دونوں رہنماؤں کا بیک گراونڈ ایک جیسا ہے۔ مگر لالو کی زبان اور انداز میں دیہاتی پن زیادہ ہے۔ وہ دبنگ اور دھاکڑ بھی لگتے ہیں لیکن ملائم اپنے نام کی مناسبت سے ملائم ہیں البتہ کبھی کبھی انہیں بھی زور کا غصہ آجاتا ہے۔

دونوں آندولنوں اور تحریکوں کے زینے پر قدم رکھ کر اقتدار کی کرسی تک پہنچے ہیں۔ ملائم سماجوادی تحریک کی دین ہیں تو لالو جے پی تحریک کی۔ دونوں پہلی بار 1989 میں وزیر اعلی بنے وزیر اعلی بننے کے وقت لالو ممبر پارلیامنٹ تھے جب کہ ملائم جنتا پارٹی کے دور حکومت میں وزیر اور اپوزیشن کے رہنما رہ چکے تھے۔

ملایم سنگھ دلیپ کمار اور چند پہلوانوں کے ساتھ

سادگی لالو میں بھی ہے اور ملائم میں بھی، مگر ایک کی سادگی میں جوکروں کا سا انداز ہے تو دوسرے کی سادگی میں سنجیدگی اور اخلاقی اقدار کا عنصر غالب ہے۔ لالو جس انداز میں اپنے سادھنا کٹ بالوں کی تعریف کے ساتھ ہاتھ سے باہر نکلتی ہوئی کرتے کی آستین کو چڑھا کر برہمنوں پر پھبتی کستے ہیں ویسا ملائم نہیں کرتے یا نہیں کر پاتے۔ لالو جہاں لٹھ مار اور منہ پھٹ ہیں ملائم وہیں گھما پھرا کر بات کرتے ہیں۔ لالو نے اپنی امیج سورن مخالف بنا رکھی ہے تو ملائم تمام کمزور طبقات کی فلاح وبہبود کی بات کرتے ہیں۔ ملائم سنگھ پانچ فیصدی کے خلاف 95 فیصدی کے "ہلہ بول" کے بانی ہیں تو لالو سیدھے سیدھے دلت شنکر اچاریہ بنانے پر تل جاتے ہیں۔ دونوں کے کام کرنے کا طریقہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہے۔ لالو یادو سب کے سامنے چیف سکریٹری سے تمباکو بنانے کو کہہ سکتے ہیں، ضلع کلکٹر سے ستو منگا سکتے ہیں اور لوگوں کی بھیڑ میں اسے پھانک بھی سکتے ہیں۔ بھیڑ میں سے کسی سے مرچ مانگ سکتے ہیں۔ بھینس نے انہیں کہاں کہاں سینگیں ماریں یہ دکھانے کے لئے اپنا کرتا بھی اتار سکتے ہیں۔ لیکن ملائم افسران سے اس انداز میں پیش نہیں آتے۔ لالو لالو کبھی کبھی انگریزی بھی بول سکتے لیتے ہیں۔ لیکن ملائم انگریزی کو غلامی کی زبان مانتے ہیں۔ دونوں میں ایک بہت بڑا فرق یہ ہے کہ ملائم شروع سے ہی "اکھاڑے باز" رہے ہیں جب کہ لالو وزیر اعلی بننے کے بعد سیاست کے داؤ پیچ کے ماہر ہوئے ہیں۔ دونوں کانگریس سے جلے بھنے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں کو مرکزی وزیر سیتا رام کیسری کا تحفظ اور پشت پناہی حاصل ہے۔

ملائم سنگھ اپنی باتیں مدلل انداز میں رکھتے ہیں وہ اپنے مخالفین کو چیلنج دیتے ہیں تو حقائق کی بنیاد پر۔ وہ جوش میں آکر گرچہ اپنے مخالف پر جارحانہ حملہ کردیں مگر بالمقابل کسی کی اہانت نہیں کرتے۔ لالو اس معاملے میں ان کے برعکس ہیں۔ وہ سامنے ہوں یا پیٹھ پیچھے جو کہنا ہے کہے بغیر نہیں چوکتے۔ ملائم جسے مان لیں اسے "نہال" کردیتے ہیں اور جس سے ناراض ہوجائیں اسے "ہلال" کردیتے ہیں، لیکن اس کا پروپیگنڈہ نہیں کرتے۔ جب کہ لالو اپنے طریقہ کار کا ڈنکا پیٹتے ہیں، ملائم کو خوشامدی پسند نہیں ہیں جب کہ لالو حاشیہ برداروں اور چاپلوسوں میں گھرے رہتے ہیں۔

لالو یادو انتخابی مہم کے دوران ایک ندی پار کرتے ہوئے

اقتدار میں بنے رہنے کا فن دونوں وزرائے اعلی کو خوب آتا ہے، بائیں بازوں والے ان کے بھرم میں رہتے ہیں۔ طاقت آزمائی میں دونوں ہمیشہ جیتتے ہیں البتہ کرسی بچانے کے دونوں کے انداز الگ الگ ہیں۔ ملائم چاہتے ہیں کہ ان کی حکومت چلتی رہے چاہے اس کے لئے انہیں کانشی رام اور مایاوتی کی خوشامد ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ کانشی رام تو ملائم کو بلیک میل کرتے رہتے ہیں انہیں مجرم تک کہہ چکے ہیں۔ لیکن لالو یہ سب قطعی برداشت نہیں کرتے۔ انہیں اپنے معاملات میں کسی کی مداخلت پسند نہیں ہے۔ چاہے وہ بومئی ہوں یا وی پی سنگھ کوئی بھی بہار میں جاکر لالو کو احکام نہیں دے سکتا۔ لالو جیسا چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

دونوں ریاستوں کے گورنر کانگریسی ہیں، لیکن جہاں ملائم کے تعلقات اپنے گورنر موتی لال وورا سے خوشگوار ہیں وہیں لالو نے حال ہی میں بہار کے گورنر کے بارے میں یہاں تک فقرہ کس دیا تھا کہ قدوائی صاحب تو صدر راج کے انتظار میں شیروانی سلوا کر بہت دنوں سے بیٹھے ہوئے تھے۔

پی اے سی کے ۱۹ جوانوں کو سزا دلانے کے لئے قانونی کارروائی ہو گی

ملیانہ اور ہاشم پورہ کے مظلوموں کی آہیں رنگ لا رہی ہیں

ایسا لگتا ہے کہ جیسے ملیانہ اور ہاشم پورہ کے مظلوموں کی آہیں رنگ لانے والی ہیں اور بدترین مسلم کش فساد میں ملوث پی اے سی کے جوانوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جانے والا ہے۔ یوپی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ملیانہ اور ہاشم پورہ کے فسادات میں ملوث پائے گئے پی اے سی کے 19 جوانوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی، ان میں پی اے سی کے سابق پلاٹون کمانڈر، پانچ ہیڈ کانسٹبل، گیارہ کانسٹبل، ایک نائک اور ایک ڈرائیور شامل ہیں۔ یہ تمام سی آئی ڈی رپورٹ میں قصور وار ٹھہرائے گئے ہیں۔

واضح رہے کہ اپریل مئی 1987 میں میرٹھ میں بدترین نوعیت کے مسلم کش فسادات پھوٹ پڑے تھے۔ یہ فساد رمضان کے مبارک مہینے میں شروع ہوا تھا اور پی اے سی نے کھل کر فرقہ واریت کے ننگے ناچ کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس وقت اترپردیش میں کانگریس کے بدنام وزیر علی ویر بہادر سنگھ کی حکومت تھی۔ یاد رہے کہ یہ وہی ویر بہادر سنگھ تھے جنہوں نے بابری مسجد کا تالا فروری 86 میں کھلوایا تھا اور جس کے نتیجے میں بدترین قسم کی فرقہ واریت پھیل گئی تھی۔ اس موقع پر یوپی کے کئی شہروں میں فساد پھوٹ پڑا تھا۔ جن میں میرٹھ کا فساد سب سے بھیانک اور دلدوز تھا۔ پی اے سی کے جوانوں نے کھل کر ہندو دہشت گردوں کا ساتھ دیا تھا اور ریاستی حکومت بھی ان کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ فساد اپنے شباب پر تھا۔ اسی درمیان ایک مسلم نوجوان نے دلی میں آکر اخبار نویسوں کو بتایا کہ پی اے سی نے ملیانہ اور ہاشم پورہ کے مسلمانوں کو گولی مار کر ہنڈن ندی میں پھینک دیا ہے۔ یہ واقعہ اس لئے منظر عام پر آگیا کہ مذکورہ نوجوان بھی انہیں میں شامل تھا جنہیں گولی ماری گئی تھی مگر خوش قسمتی سے وہ نوجوان زندہ بچ گیا اس نے اس کی بھی تفصیل پیش کی کہ کس طرح پی اے سی والوں نے مسلمانوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے گولی ماری تھی اور اس کے بعد ان سب کو ٹرکوں میں بھر کر غازی آباد کے پاس مراد نگر میں ہنڈن ندی میں لاکر پھینک دیا تھا۔ مذکورہ نوجوان اس قتل وخون کا چشم دید گواہ تھا۔ اس انکشاف پر ملک گیر سطح پر ہنگامہ ہوا تھا اور پھر وہ لاشیں بھی دریافت ہوئی تھیں جنہیں ہنڈن ندی میں پھینکا گیا تھا۔

اس حادثہ کے منظر عام پر آنے کے بعد اس وقت کی حکومت نے فساد کی سی آئی ڈی انکواری کا حکم دیا تھا۔ تقریبا آٹھ سالوں تک یہ انکواری چلتی رہی اور گذشتہ سال اس کی رپورٹ سامنے آئی جس میں مذکورہ لوگوں کو قصوروار ٹھہرایا گیا۔ سی آئی ڈی نے اپنی رپورٹ مکمل کرنے کے بعد حکومت سے اپیل کی تھی کہ ان لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ اب یوپی حکومت نے ان کے خلاف مقدمہ چلانے کا اعلان کیا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان درندوں کے خلاف قانونی کارروائی کب تک چلتی رہے گی عام لوگوں کو شبہ ہے کہ جب جانچ کا کام آٹھ سال تک چلتا رہا تو مقدمہ کی کارروائی اس سے بھی لمبی کھنچ سکتی ہے۔ لمبی لمبی تاریخوں، بیانات اور گواہیوں کا سلسلہ نہ جانے کب تک چلتا رہے اور قصور واروں میں سے نہ جانے کتنے تب تک عیش کی زندگی گزارتے رہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے بعض سزا پانے سے قبل ہی اپنی فطری موت کو پہنچ جائیں۔ قانون وانصاف کی بالادستی کی خاطر ضروری ہے کہ قانونی کارروائی کا آغاز جلد از جلد کیا جائے اور یومیہ شنوائی کر کے جلد از جلد مقدمے کی کارروائی ختم کی جائے تا کہ بے قصور افراد کو قتل کر کے فرقہ واریت کا ننگا ناچ پیش کرنے والے اپنے انجام کو پہنچ سکیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان شرپسندوں کی بھی شناخت کی جائے جو نہ تو پی اے سی میں تھے نہ سرکاری افسران تھے۔ بلکہ جو علاقائی لوگ تھے اور جنہوں نے فساد بھڑکا کر بے قصوروں کو تہ تیغ کیا تھا اور امن وقانون کا جنازہ نکالا تھا۔ یوپی حکومت کا کہنا ہے کہ مذکورہ قدم اسی لئے اٹھایا جارہا ہے تا کہ سب کو انصاف مل سکے۔ تو انصاف اسی صورت میں مل سکتا ہے جب دوسرے مجرموں کے خلاف بھی قانونی کارروائی کر کے انہیں بھی سزا دی جائے۔

> قانون وانصاف کی بالادستی کی خاطر ضروری ہے کہ قانونی کارروائی کا آغاز جلد از جلد کیا جائے اور یومیہ شنوائی کر کے جلد از جلد مقدمے کی کارروائی ختم کی جائے تا کہ بے قصور افراد کو قتل کر کے فرقہ واریت کا ننگا ناچ پیش کرنے والے اپنے انجام کو پہنچ سکیں۔

سوامی سروپانند بھی وشو ہندو پریشد کی زبان بولنے لگے

"کانگریسی شنکر آچاریہ" سوامی سروپانند اپنے خول سے باہر آگئے۔ بنارس کی گیان واپی مسجد اور متھرا کی عیدگاہ کے خلاف انہوں نے بھی اپنے موقف کا اعلان کیا ہے جس کا اظہار وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل کرتی رہی ہیں۔ انہوں نے نام نہاد کاشی وشوناتھ مندر اور کرشن جنم بھومی کو "آزاد" کرانے کے لئے ایک "آدیہ سینا" بنانے کا بھی اعلان کیا ہے۔

سوامی سروپانند ابھی تک وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل سے الگ تھلگ اپنی مہم چلاتے رہے ہیں۔ اسی لئے انہیں سادھو سنتوں میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔ ان پر الزام ہے کہ وہ کانگریس حکومت کا کھیل کھیلتے رہے ہیں اور اس کے اشارے پر وشو ہندو پریشد کی طاقت کو کمزور کرنے کی چالیں بھی چلتے رہے ہیں۔ کانگریس حکومت نے بھی انہیں خوب استعمال کیا اور ان کے کندھے پر بندوق رکھ کر وشو ہندو پریشد حامی شنکر آچاریوں کو نشانہ بنایا ہے۔ گذشتہ سال جب سوامی بھارتی تیرتھ دہلی آئے تو حکومت نے رام مندر بنانے کے لئے سرکاری ٹرسٹ کی تشکیل کی جس میں سوامی تیرتھ اور سروپانند دونوں شامل تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سوامی تیرتھ کو کانگریس کے قریب لانے میں انہوں نے اہم رول ادا کیا تھا۔

تقریبا ایک سال کی خاموشی کے بعد سروپانند پھر اخبارات کی سرخیوں میں آگئے ہیں۔ ان کے بقول ان کی سینا میں پانچ ہزار سے سات ہزار ہندوؤں کو شامل کیا جائے گا۔ ان کا کہنا ہے کہ انہیں دوسرے شنکر آچاریوں کی بھی حمایت حاصل ہے اور ان کی تنظیم میں ترشول دھاری بھی شرکت کریں گے۔ ترشول دھاری انہیں کہتے ہیں جو 80 کی دہائی میں ملک کے مختلف حصوں میں نظر آتے تھے اور جو آل انڈیا شو شکتی دل اور باز سینا سے وابستہ ہیں۔

سوامی سروپانند نے اس وقت منظر عام پر آکر گیان واپی مسجد اور متھرا کی عیدگاہ کے خلاف وشو ہندو پریشد کے موقف کی حمایت کیوں کی اور اس کے لئے سینا بنانے کا اعلان کیوں کیا؟ اس پر لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ سروپانند کو شاید احساس ہونے لگا ہے کہ انہیں حکومت سے اب کچھ نہیں مل سکتا اور اسی لئے وہ ہندو سماج میں اپنی ساکھ قائم کرنے کے لئے ایسا اعلان کر رہے ہیں جب کہ دوسرے گروپ کا خیال ہے کہ دراصل یہ بھی کانگریس حکومت کی کوئی چال ہے اور منصوبہ بندی کے تحت انہوں نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ بہرحال سچائی کیا ہے یہ آنے والا وقت بتائے گا۔

"بنارس اور متھرا کے مندروں کی آزادی کے لئے میں بھی ایک سینا بناؤں گا"

ہندوستان میں دخترکشی کا گھناؤنا جرم دن بدن بڑھتا جارہا ہے

ہندوستانی معاشرہ جس طرح دور جاہلیت میں داخل ہوتا جارہا ہے اس کی ایک مثال گذشتہ شمارے میں پیش کی گئی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ کس طرح بیس سال سے کم عمر کی غیر شادی شدہ لڑکیوں میں وضع حمل اور پھر اسقاط حمل کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ اب حال ہی میں لرزہ بر اندام کر دینے والی ایسی رپورٹ منظر عام پر آئی ہے جو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ کیا واقعی ہندوستان دور جاہلیت میں داخل ہوگیا ہے۔ یوں تو دخترکشی کی اکا دکا خبریں عموما اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں لیکن اس رپورٹ میں جس بڑے پیمانے پر دخترکشی کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں وہ پڑھنے والوں کے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی ہیں۔

یہ ایک غیر سرکاری تنظیم کی سروے رپورٹ ہے اور بہار کے کٹیہار ضلع پر مبنی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح بچی کو پیدائش کے فورا بعد اسے قتل کر کے جنگل یا ندی میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ گھناؤنا کام دائیوں سے لیا جاتا ہے اور انہیں ایک بچی کے قتل پر پچیس روپے دیے جاتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق صرف کٹیہار میں سالانہ بارہ سو نومولود بچیوں کا قتل کیا جاتا ہے۔ یہ رجحان اونچی ذات کے ہندوؤں مثلا راجپوت، بھومہار، برہمن اور کائستھ میں زیادہ ہے۔ البتہ یادوؤں اور کچھ شیڈول کاسٹ میں بھی یہ گھناؤنا جرم پنپ رہا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ تمل ناڈو کے گاونڈا ذات میں بھی دخترکشی کا عام رواج ہے جو اب رفتہ رفتہ دیگر ذاتوں میں بھی پھیلتا جارہا ہے۔

رپورٹ کے مطابق نومولود بچیوں کو والدین خصوصا باپ کے حکم پر دائیاں مار ڈالتی ہیں جب کہ تمل ناڈو میں رشتے داروں سے یہ کام کروایا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کی سب سے بڑی وجہ اقتصادی ہے۔ چونکہ غیر مسلموں میں خاص طور پر جہیز کا رواج ہے اور بہار میں اگر کسی کے گھر کئی لڑکیاں ہیں تو ان کی شادی بہت بڑا مسئلہ بن جاتی ہے اس لئے والدین اس "مصیبت" سے پہلے ہی نجات حاصل کر لیتے ہیں۔

> ایک سروے کے مطابق صرف بہار کے کٹیہار ضلع میں ہر سال بارہ سو نو مولود بچیوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

پندرہ سال سے دائی کا کام کرنے والی سیما دیوی (فرضی نام) کہتی ہے کہ اگر راجپوت گھروں میں کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو گھر والے فورا کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیتے ہیں، پھر وہ دائیوں پر بچی کو مار ڈالنے کا دباؤ ڈالتے ہیں، ایسی صورتحال میں میں بچی کے منہ میں نمک یا یوریا بھر دیتی ہوں۔ ایک گھنٹے کے اندر اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور پھر لاش کو کپڑے میں لپیٹ کر ندی میں پھینک دیتی ہوں۔ سیما دیوی نچی ذات سے تعلق رکھتی ہے اور ایک بڑے اسپتال سے اس نے دو سالہ کورس کا سرٹیفیکٹ لے رکھا ہے۔

اسی طرح چالیس سالہ دوسری دائی دکھنی دیوی (فرضی نام) بھی روی داس ذات سے تعلق رکھتی ہے اور کٹیہار میں آفیسرز کالونی کے نزدیک رہتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ "اس کے لئے ہمیں پچیس روپے ملتے ہیں" وہ یہ بھی کہتی ہے کہ کبھی کبھی ہم نومولود بچی کو جنگل میں بھی پھینک آتے ہیں اور میں بلا خوف وخطر یہ کام کرتی ہوں۔

ایک غیر سرکاری تنظیم بال مہیلا کلیان نے یہ سروے کیا ہے۔ اس نے 35 دائیوں سے ملاقات کر کے تفصیلات حاصل کی ہیں۔ تنظیم کی سکریٹری اینلا کماری کا کہنا ہے کہ دائیوں کے بقول ہر دائی مہینے میں کم از کم تین نومولود بچی کو قتل کرتی ہے۔

یہ تو صرف بہار کے کٹیہار ضلع کی سروے رپورٹ ہے اگر ملک گیر سطح پر ایسا سروے کیا جائے تو انتہائی حیرت انگیز اور چونکا دینے والے نتائج سامنے آئیں گے اور اہنسا کے اس دیس میں ہنسا اور تشدد کے ایسے واقعات منظر عام پر آئیں گے کہ سر شرم سے جھک جائے گا اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں؟

تمل ناڈو میں فساد کی آگ کیوں بھڑکائی جارہی ہے؟

گذشتہ دنوں مدراس میں ہندو انتہا پسند تنظیم "ہندو منانی" کے دفتر میں ہونے والے بم دھماکے اور اس کے رد عمل میں پھٹ پڑے فرقہ وارانہ فساد نے امن پسند شہریوں خصوصا مسلمانوں کو چونکنے اور تشویش میں مبتلا ہونے پر مجبور کردیا ہے۔ ان واقعات کے بعد یہ خوف تیزی سے پرورش پانے لگا ہے کہ کیا عام انتخابات کے قریب آتے آتے ملک میں فرقہ واریت کی آگ لگادی جائے گی؟ یہ خدشہ اس لئے بھی پیدا ہوگیا ہے کہ بی جے پی نے انتخابات کی تیاری شروع کردی ہے۔ شمال میں تو اس نے فرقہ وارانہ بنیاد پر اپنی ساکھ مستحکم کرلی ہے اور اب وہ دوسرے حصوں میں بھی اسی فارمولے پر عمل پیرا ہونا چاہ رہی ہے۔

یہ شبہ اس لئے یقین میں بدلنے لگا ہے کہ ہندو منانی جو کہ ہندو مفادات کے تحفظ کے لئے قائم کی گئی تھی اب ایک سیاسی جماعت بنتی جارہی ہے اور بی جے پی و آر ایس ایس سے اس کے تعلقات پایہ ثبوت کو پہنچ چکے ہیں۔ سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرکے انتہا پسند گروپ وزیر اعلی جے للتا کو بی جے پی سے انتخابی تال میل قائم کرنے کے لئے راضی کرنا چاہتا ہے۔

ہندو منانی کے دفتر میں بم دھماکے سے تباہی کا منظر

وزیر اعلی جے للتا

ہندو منانی کا قیام 1978 میں ہوا تھا اس کے ذمہ داروں کا کہنا تھا کہ وہاں تیزی سے ہونے والے تبدیلی مذہب کے واقعات کو روکنے کے لئے یہ تنظیم قائم کی گئی ہے۔ کئی بار حکومت سے مطالبہ بھی کیا گیا کہ وہ تبدیلی مذہب کو غیر قانونی قرار دیدے۔ لیکن اب دھیرے دھیرے یہ تنظیم فرقہ وارانہ رخ اختیار کرتی جارہی ہے۔ اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں اور عیسائیوں کے خلاف نفرت کی دیوار کھڑی کرنا ہی اس کا ایک نکاتی پروگرام بن گیا ہے۔ اس کے لئے اس نے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنا شروع کردیا ہے، جہاں پہلے گنیش چترتھی کے معدودے چند جلوس نکلتے تھے اور چند مورتیاں پانی میں بہائی جاتی تھیں۔ وہیں اب جلوس کی تعداد سینکڑوں اور مورتیوں کی ہزاروں تک پہنچ گئی ہے۔ ان جلوسوں میں اقلیت مخالف نعرے لگائے جاتے ہیں اور اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ جس کے رد عمل میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا جارہا ہے اور وہ تدارکی اقدام پر مجبور ہوگئے ہیں۔

ہندو منانی کی سرگرمیوں کا مرکز شمالی آرکاٹ، کوئمبٹور، تروپور، ویلور، سیلم اور امباتو ہیں جہاں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی قابل لحاظ آبادی ہے۔ اقلیت مخالف فضا سازگار کرکے فرقہ واریت پھیلانا اس تنظیم کے ورکروں کا محبوب مشغلہ بن گیا ہے۔

بابری مسجد کے انہدام سے کچھ دنوں قبل سے ہی ان کی سرگرمیاں تیز ہوئی ہیں اور بابری مسجد کی شہادت کے بعد یہاں بھی فرقہ واریت کی آگ لگ گئی تھی۔ چونکہ یہاں کوئی ایسی مسجد نہیں ہے جسے یہ شرپسند متنازعہ بنا کر اپنا الو سیدھا کرسکیں اس لئے انہوں نے پانڈی چیری کے ایک چرچ پر اپنا دعوی ٹھونک دیا اور کہا کہ یہ چرچ شیو مندر کے مقام پر تعمیر کیا گیا ہے۔ ہندو منانی کے ایک انتہا پسند لیڈر جن کی کچھ دنوں قبل ایک بم دھماکہ میں موت واقع ہوگئی کا کہنا تھا کہ ایسے بہت سے چرچ ہیں جو شیو مندر کے مقام پر بنائے گئے ہیں لیکن ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔

مدراس میں ہندو منانی کے دفتر سے متصل آر ایس ایس کا بھی دفتر ہے۔ جہاں گذشتہ سال ایک بم دھماکہ ہوا تھا جس میں 13 افراد مارے گئے تھے، اب ہندو منانی کے دفتر میں ہونے والے دھماکے نے حالات کو مزید خراب کردیا ہے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ دھماکہ کے بعد بھڑکے فرقہ وارانہ فساد میں کئی لوگوں کی جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ بہر حال آر ایس ایس اور بی جے پی کی حکمت عملی یہی ہے کہ ایک بار پھر حالات کو خراب کیا جائے اور ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کی جائے تاکہ سادہ لوح ہندوؤں کو سیاست کا شکار بنا کر اپنا الو سیدھا کیا جاسکے۔

بقیہ مسلمانوں پر شیو سینا کا عتاب

اس میں چھ مہینے لگ گئے اور آخر میں بنگلہ دیش سے اسے بمبئی بھیج دیا گیا۔ جس وقت وہ گھر پر آیا ہے وہ تقریبا ننگا اور بھوکا تھا۔ وہ اپنے جسموں کے زخم دکھاتے ہوئے مزید کہتا ہے کہ پولیس نے اسے دوبار پکڑا۔ جب میں کہتا کہ میں ہندوستانی ہوں تو مجھے بری طرح پیٹتے۔ جب میں اپنے کاغذات دکھاتا تو کہتے کہ یہ جعلی ہیں۔ وہ ایک ہزار روپے مانگ رہے تھے۔ میں کہاں سے دیتا اتنے پیسے، پولس نے نہ صرف کلکتہ کے لوگوں کو پکڑ رہی ہے بلکہ بہار اور اترپردیش کے ایسے مسلمانوں کو بھی گرفتار کررہی ہے جن کی شکل وصورت بنگالیوں سے ملتی جلتی ہو۔

مرجینا بنگلہ دیش میں پیدا ہوئی تھی مگر بچپن ہی میں اس کے والدین کا انتقال ہوگیا۔ اس کو ایک دور کے رشتے دار نے گود لے لیا اور بیٹی کی طرح پالا، مرجینا اسے ابا کہتی ہے بعد میں اس کی شادی ہوئی اور اس وقت دو بچوں کی ماں ہے پولیس نے اس کو بھی پکڑ لیا اور جب تیمور صاحب نے پولیس اسٹیشن جاکر کہا کہ وہ پٹنہ کے ہیں اور مرجینا کو انہوں نے گود لے لیا ہے تب کہیں جاکر بڑی مشکل سے اسے رہا کیا گیا۔

اندور کے ایک قریبی گاؤں کا رہنے والا تاج الدین 14 برسوں سے بمبئی میں رہ رہا ہے اس کا کہنا ہے کہ پولیس نے اس کی بیوی کو گرفتار کرلیا اور کہا کہ ثبوت دو کہ تم ہندوستانی ہو۔ میں نے راشن کارڈ دکھایا لیکن پولس نے ایک ہزار روپے کا مطالبہ کیا۔ کسی طرح انتظام کرکے پولیس کو ایک ہزار روپے دیئے اور تب کہیں جاکر میں اپنی بیوی کو رہا کرانے میں کامیاب ہوا۔

ڈی سی پی انگلے کا کہنا ہے کہ ہمیں تو نائب وزیر اعلی گوپی ناتھ منڈے کا حکم نامہ ملا ہے کہ ناجائز بنگلہ دیشیوں کو نکال پھینکیں اس لئے ہم انہیں بمبئی میں نہیں رہنے دیں گے۔ پولیس اور اسپیشل برانچ کی الگ الگ ٹیمیں بنادی گئی ہیں جو نام نہاد بنگلہ دیشیوں کے علاقوں کی شناخت کرتے ہیں اور رات میں چھاپہ مار کر انہیں حراست میں لے لیتے ہیں، رشوت ادا کرنے والا اگلے دن چھوٹ جاتا ہے ورنہ اسے ہندوستان اور بنگلہ دیش کی سرحد پر لے جاکر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

لیکن نیپال اور سری لنکا کے باشندوں کو کچھ نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ گویا یہ ایک بہانہ ہے مسلمانوں کو بمبئی سے نکالنے کا۔ چونکہ یہ سب غریب لوگ ہیں اور جھگی جھونپڑی میں رہتے ہیں اس لئے ان کی کہیں بھی شنوائی نہیں ہورہی ہے اور ان پر عرصہ حیات تنگ کردیا گیا ہے اب یہ لوگ کہاں جائیں۔ اور کس سے کہیں کہ ہم غیر ملکی نہیں ہندوستانی ہیں۔ بال ٹھاکرے کی یہ مہم تیز ہوتی جارہی ہے گذشتہ دنوں انہوں نے ایک تقریب میں بولتے ہوئے کہا کہ میں ان لوگوں کو یہاں سے نکال کر چھوڑوں گا۔

اس اعلان کے بعد ان لوگوں کے خوف وہراس میں مزید اضافہ ہوگیا ہے، ریاستی حکومت انہیں نکال بھگانے کے اقدامات کررہی ہے اور انصاف وقانون کی دہائی دینے والے لیڈران خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، ریاستی حکومت کے خلاف ان مجبوروں کا غصہ بڑھتا جارہا ہے اور نفرت کی آگ بھڑکتی جارہی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آگ شیو سینا حکومت کے لئے وبال جان بن جائے۔

حج کیا ہے؟

اگلے سال ہی سہی آپ بھی حج کا پروگرام بنائیں

کہیں ایسا تو نہیں کہ اسلام کے بین الاقوامی اجتماع میں شرکت سے محرومی کی وجہ آپ کی بے توفیقی ہے؟؟

کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اس میں تردد تھا کہ اسلامی عبادتوں میں کون سی عبادت افضل عبادت ہے جب انہوں نے حج ادا کیا تو اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اب مجھے یقین ہوگیا ہے حج تمام عبادتوں میں سب سے افضل عبادت ہے۔

حج کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا جو بندہ مقامات حج پر پہونچ سکتا ہے وہ اپنی عمر میں کم از کم ایک بار ضرور پہونچے۔ وہاں مختلف اعمال کے ذریعہ وہ اپنی کامل عبدیت کا ثبوت دے، وہ ابراہیمی سرزمین میں پہونچ کر علامتی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعمال کو دہرائے اور اس طرح اپنے ظاہر وباطن کو ابراہیمی رنگ میں رنگنے کا جذبہ پیدا کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کرنے کے بعد آواز بلند کی تھی کہ اے لوگو، آؤ اور اپنے رب کا حج کرو حج کا سفر اسی ابراہیمی پکار پر لبیک کہنا ہے۔ حج کے موسم میں ہر طرف سے لبیک اللہم لبیک کی جو صدا بلند ہوتی ہے وہ اسی ندائے ابراہیمی کا جواب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کرنے والا حضرت ابراہیم کی پکار پر لبیک کہتا ہوا اللہ کے یہاں حاضر ہوگیا ہے اور اس بات کا منتظر ہے کہ اس کو جو حکم دیا جائے وہ اس کو دل وجان سے پورا کرنے میں لگ جائے۔

حج کے لفظی معنی ہیں قصد کرنا، زیارت کے لئے جانا۔ اسلامی شریعت میں حج سے مراد وہ سالانہ عبادت ہے جس میں آدمی مکہ جاکر خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ عرفات کے میدان میں قیام کرتا ہے اور دوسرے اعمال کرتا ہے جن کو مراسم حج کہا جاتا ہے۔

حج ایک جامع عبادت ہے۔ اس میں مال کا انفاق بھی ہے اور جسم کی مشقت بھی۔ اس میں اللہ کا ذکر بھی ہے اور اللہ کے لئے قربانی بھی۔ حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں بقیہ عبادتوں کی روح کسی نہ کسی اعتبار سے شامل ہوگئی ہے۔

حج کے فرائض کی ادائیگی کا مرکز بیت اللہ ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ بیت اللہ ایک بندہ خدا کی اس پوری مومنانہ زندگی کی یاد دلاتا ہے جس کے آغاز میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی تاریخ ہے اور جس کے اختتام پر نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ۔ بیت اللہ اس واقعہ کا ایک یادگاری نمونہ ہے کہ کس طرح اللہ کا ایک بندہ اللہ کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیتا ہے۔ کس طرح وہ اپنی زندگی کو اللہ کی مرضی میں ڈھال لیتا ہے۔ کس طرح وہ اللہ کے مشن میں اپنے آپ کو ہمہ تن لگا دیتا ہے یہاں تک کہ اسی حال میں اس کی موت آجائے۔

خدا کی طرف سفر

حج کا سفر خدا کی طرف سفر ہے۔ وہ دنیا کی زندگی میں اپنے رب سے قریب ہونے کی انتہائی شکل ہے۔ دوسری عبادتیں اللہ تعالی کی یاد ہیں، جب کہ حج خود اللہ تعالی تک پہونچ جانا ہے۔ عام عبادت اگر غیب کی سطح پر خدا کی عبادت ہے تو حج شہود کی سطح پر خدا کی عبادت ہے۔

حاجی جب کعبہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ایسا محسوس کرتا ہے گویا وہ خود رب کعبہ کے سامنے کھڑا ہوا ہے، کعبہ کا طواف اس حقیقت کا مظہر ہے کہ بندہ اپنے رب کو پاکر پروانہ وار اس کے گرد گھوم رہا ہے۔ جب وہ ملتزم کو پکڑ کر دعا کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس کو اپنے آقا کا دامن ہاتھ آگیا ہے جس سے وہ بے تابانہ لپٹ گیا ہے اور اپنی ساری بات اس سے کہہ دینا چاہتا ہے

حج کی یہ خصوصیت اس لئے ہے کہ اس کے ادا کرنے کی جگہ ایک مقام ہے جہاں تجلیات الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ جس کو خدا نے اس مقصد کے لئے منتخب کیا کہ وہ خدا پرستانہ زندگی کے عظیم داعی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دینی عمل کا مرکز بنے۔ جہاں اسلام کی بنیاد پر بننے والی تاریخ ثبت ہے۔ جس کے ہر طرف اس مثالی ربانی انقلاب کے آثار پھیلے ہوئے ہیں جو خاتم النبین کی رہنمائی میں چودہ سو سال پہلے واقع ہوا تھا۔

اس قسم کی روایات اور خصوصیات نے دیار حرم کو غیر معمولی اہمیت دے دی ہے۔ وہاں ایک خاص طرح کا روحانی اور تاریخی ماحول پیدا ہوگیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص بھی وہاں جاتا ہے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ آدمی حج ادا کرنے کے بعد اس طرح لوٹتا ہے جیسے کوئی گرد وغبار میں لپٹا ہوا آدمی دریا میں نہا کر واپس آئے۔

حج کو اسلامی عبادات میں ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ایک حدیث میں اس کو افضل عبادت کہا گیا ہے۔ تاہم حج کی یہ خصوصی اہمیت اپنی روح کے اعتبار سے ہے نہ کہ محض اپنے ظاہر کے اعتبار سے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ محض دیار حرم میں جاکر واپس آجانے کا نام حج نہیں ہے بلکہ ان کیفیات کے حصول کا نام حج ہے جن کے لئے یہ فریضہ مقرر کیا گیا ہے۔ حج کے افضل عبادت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کو اس کی سچی روح اور صحیح آداب کے ساتھ ادا کرے اس کے لئے حج اس کی سب سے بڑی عبادت بن جائے گا۔

عبادتوں کا سردار

حج حق تعالی سے ملاقات ہے۔ آدمی جب سفر کرکے مقامات حج تک پہونچتا ہے تو اس پر خاص طرح کی ربانی کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ "اپنی دنیا" سے نکل کر "خدا کی دنیا" میں پہونچ گیا ہے۔ وہ اپنے رب کو چھو رہا ہے۔ وہ اس کے گرد گھوم رہا ہے۔ وہ اس کی طرف دوڑ رہا ہے۔ وہ اس کی خاطر سفر کر رہا ہے۔ وہ اس کے حضور اپنی قربانی پیش کر رہا ہے۔ وہ اس کے دشمن پر کنکریاں مار رہا ہے۔ وہ اس سے مانگ رہا ہے جو کچھ وہ مانگنا چاہتا ہے۔ وہ اس سے پا رہا ہے جو کچھ اسے پانا چاہئے۔ کعبہ زمین کے اوپر خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ وہاں بھٹکی ہوئی انسانی روحوں کو خدا کا آغوش دیا جاتا ہے۔ وہاں پتھرائے ہوئے سینوں میں عبدیت کے چشمے جاری کئے جاتے ہیں۔ وہاں بے نور آنکھوں کو خدا کی تجلیات دکھائی جاتی ہیں۔ تاہم سب کچھ اس شخص کے لئے ہے جو اس کی استعداد لے کر وہاں جائے۔ بے استعداد لوگوں کے لئے حج بس ایک قسم کی سیاحت ہے۔ وہ صرف اس لئے وہاں جاتے ہیں تاکہ جیسے گئے تھے ویسے ہی دوبارہ واپس چلے آئیں۔

حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ الحج عرفۃ (عرفات کے میدان میں قیام حج ہے) اس سے عرفات کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ حج کے زمانے میں عرفات کا میدان گویا حشر کے میدان کا منظر پیش کرتا ہے۔ ایک خاص تاریخ کو خدا کے بندے قافلہ در قافلہ چاروں طرف سے آتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یہ بڑا عجیب منظر ہوتا ہے۔ تمام لوگوں کے جسم پر ایک ہی سادہ لباس (احرام) ہے۔ ہر ایک اپنی امتیازی صفت کو کھو چکا ہے۔ سب کی زبان پر ایک ہی کلمہ جاری ہے لبیک اللہم لبیک، لبیک اللہم لبیک۔ دیکھنے والوں کو یہ دیکھ کر قرآن کی وہ آیت یاد آنے لگتی ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے:

"اور صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ یکایک قبروں سے اپنے رب کی طرف چلنے لگیں گے"۔ (یسین 51)

عرفات کی یہ حاضری اس لئے ہے کہ آدمی حشر میں خدا کے سامنے اپنی حاضری کو یاد کرے۔ جو کچھ عملاً بیتنے والا ہے اس کو آج ہی تصوراتی طور پر اپنے اوپر طاری کرلے۔

حقیقت یہ ہے کہ حج تمام عبادتوں کا سردار ہے۔ کعبہ کا جو درجہ دوسری مسجدوں کے درمیان ہے وہی درجہ حج کا دوسری عبادتوں کے درمیان ہے۔

تحریر: مولانا وحید الدین خاں

”فرشتو! دیکھو میرے بندے میری رحمت کی امید میں دھوپ میں پریشان حال کھڑے ہیں“

1۔ "میں حاضر ہوں خدایا! میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک ساری تعریف تیرے ہی لئے ہے، نعمت سب تیری ہی ہے، ساری بادشاہی تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں"

2۔ خدا ہر روز اپنے حاجی بندوں کے لئے ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ جس میں سے ساٹھ رحمتیں ان کے لئے ہوتی ہیں جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، چالیس ان کے لئے جو وہاں نماز پڑھتے ہیں اور بیس ان لوگوں کے لئے جو صرف کعبہ کو دیکھتے رہتے ہیں۔ (بیہقی)

3۔ خدا کے نزدیک عرفہ کا دن تمام دنوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس دن خدا آسمان دنیا پر خصوصی طور سے متوجہ ہوکر فرشتوں کے سامنے اپنے حاجی بندوں کی عاجزی اور درماندگی کی حالت پر فخر کرتا ہے۔ فرشتوں سے فرماتا ہے "فرشتو! دیکھو میرے بندے پریشان، دھوپ میں میرے سامنے کھڑے ہیں۔ یہ لوگ دور دور سے آئے ہیں، میری رحمت کی امید انہیں یہاں لاتی ہے حالانکہ انہوں نے میرے عذاب کو نہیں دیکھا" اس فخر کے بعد لوگوں کو جہنم کے عذاب سے آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور عرفہ کے دن میں اتنے لوگ بخشے جاتے ہیں کہ اتنے کسی دن بھی نہیں بخشے جاتے (ابن حبان)

4۔ جس نے پچاس بار بیت اللہ کا طواف کرلیا وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسے اس کی ماں نے اس کو آج ہی جنم دیا ہے۔ (ترمذی)

5۔ جو شخص خدا کے اس گھر کی زیارت کے لئے یہاں آیا اور وہ بے حیائی اور شہوانی باتوں سے بچا رہا اور فسق وفجور میں بھی مبتلا نہیں ہوا تو وہ پاک وصاف ہوکر اس طرح لوٹتا ہے جس طرح وہ ماں کے پیٹ سے پاک وصاف پیدا ہوا تھا۔ (بخاری، مسلم)

6۔ حج اور عمرے کے لئے جانے والے خدا کے خصوصی مہمان ہیں وہ خدا سے دعا کریں تو خدا قبول فرماتا ہے اور مغفرت طلب کریں تو بخش دیتا ہے۔ (طبرانی)

7۔ حج مبرور کا صلہ تو جنت سے کم ہے ہی نہیں (مسلم کتاب الحج)

8۔ جو شخص حج کا ارادہ کرے اسے حج کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ ممکن ہے وہ بیمار پڑ جائے۔ ممکن ہے اونٹنی کھو جائے اور ممکن ہے کوئی اور ایسی ضرورت پیش آجائے کہ حج ناممکن ہوجائے (ابن ماجہ)

9۔ جس شخص کو کسی بیماری نے یا کسی واقعی ضرورت نے یا کسی ظالم وجابر حکمراں نے نہ روک رکھا ہو اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی مرے چاہے نصرانی (سنن کبری جلد 4)

ہم اس توہین آمیز قرار داد کو برداشت نہیں کر سکتے

اقوام متحدہ کو عراقی عوام کا چیلنج

15 اپریل کو اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل نے متفقہ طور پر ایک قرار داد پاس کر کے عراق کو 2 بلین ڈالر کے تیل کی فروخت کی اجازت دے دی ہے۔ مگر عراقی کابینہ نے اسے اپنے اقتدار اعلیٰ پر حملہ بتاتے ہوئے رد کر دیا ہے۔ بغداد کو دراصل اس قرار داد سے جڑی ہوئی بعض شرطوں پر سخت اعتراض ہے۔

اس سے قبل بھی سیکورٹی کونسل نے عراق کو اپنا تیل فروخت کرنے کی اجازت مشروط طور پر دی تھی جسے بغداد نے رد کر دیا تھا۔ پہلی قرار داد کے مطابق عراق کو ایک بلین اور چھ سو ملین ڈالر کا تیل بیچنے کی اجازت ملی تھی جسے موجودہ قرار داد میں بڑھا کر دو بلین کر دیا گیا ہے۔ رقم کی مقدار میں اضافہ کے ساتھ بعض ان سخت شرطوں میں بھی نرمی کی گئی ہے جو اس "اجازت" کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہ شرطیں دراصل 2 بلین ڈالر کی رقم کے استعمال سے متعلق ہیں یعنی یہ کہ عراق انہیں کس طرح استعمال کر سکتا ہے۔

قرار داد کے خلاف عراقی عوام نے صدام حسین کی تصویروں کے ساتھ احتجاجاً مارچ نکالا

قرار داد کی شرطوں کے مطابق ہر تین ماہ میں عراق ایک بلین ڈالر کا تیل یا چھ ماہ میں 2 بلین ڈالر کا تیل بیچ سکتا ہے۔ اس کے بعد اسی انداز میں عراق کو اگلے چھ ماہ میں بھی اتنا ہی تیل بیچنے کی اجازت مل سکتی ہے۔ ایک بلین ڈالر کی رقم عراق کو اس انداز سے خرچ کرنی ہوگی۔ 550 ملین ڈالر عوامی سہولت کی چیزیں خریدنے پر خرچ ہوگا۔ 130 ملین ڈالر اقوام متحدہ کو دیئے جائیں گے جس سے وہ کردوں کی براہ راست مدد کرے گا۔ جبکہ تین سو ملین ڈالر ان لوگوں یا ملکوں کو معاوضہ کے طور پر دیا جائے گا جنہیں جنگ خلیج سے نقصان پہونچا ہے۔ بقیہ رقم اس کمیشن پر خرچ ہوگی جسے اقوام متحدہ نے عراقی ہتھیاروں کو تباہ کرنے کے لئے قائم کیا ہے۔

اس قرار داد کے مسودے کی تیاری میں امریکہ وبرطانیہ کے علاوہ عراقی نائب وزیر اعظم طارق عزیز نے بھی حصہ لیا۔ امریکہ وبرطانیہ اور طارق عزیز کے مابین فرانسیسی، روسی اور دوسرے سفارتکاروں نے رابطے کا کام کیا۔ اس قرار داد کے پاس ہونے کے بعد بطرس غالی نے کہا کہ "اس نے عراق کے اقتدار اعلیٰ اور علاقائی سالمیت کو تسلیم کیا ہے"۔ مگر روس، چین اور انڈونیشیا وغیرہ کا کہنا تھا کہ قرار داد کی بعض شقوں سے عراق کے اقتدار اعلیٰ پر زد پڑتی ہے۔ مگر اس کے باوجود ان ملکوں نے قرار داد کے حق میں ووٹ دیا۔ روس اور فرانس نے یہ بھی کہا کہ عراق کے خلاف عائد پابندیوں میں محض نرمی ہی نہ پیدا کی جائے بلکہ انہیں بالکلیہ ختم کر دیا جائے۔ مگر امریکہ وبرطانیہ نے اس کی مخالفت کی۔ امریکی سفیر برائے اقوام متحدہ نے کہا کہ اس قرار داد سے بغداد کے خلاف عائد پابندیاں ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ یہ محض "انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ایک استثناء ہے"۔

مگر عراق نے اس قرار داد کی اس بات کے لئے مذمت کی کہ اس سے وابستہ شرطیں نہ صرف اس کے اقتدار اعلیٰ کو چیلنج کرتی ہیں بلکہ توہین آمیز بھی ہیں۔ اسے باقاعدہ رد کرتے ہوئے عراقی کابینہ نے الزام لگایا کہ یہ دراصل امریکہ کی قرار داد تھی جس کا مقصد عراقی عوام کو مصائب سے دوچار رکھنا ہے۔ عراق نے الزام لگایا کہ اس قرار داد نے بغیر اعلان کئے اس کے حصے بخرے کر دیئے ہیں۔ یہ دراصل اس شرط کی طرف اشارہ ہے کہ 130 ملین ڈالر کی رقم کردوں کی مدد کے لئے اقوام متحدہ براہ راست خرچ کرے گا۔

عراقی کابینہ نے روس، فرانس اور دوسرے ہمدرد ممالک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں آگاہ کیا کہ موجودہ قرار داد انہیں اس عمل کی طرف سے غافل کرنے کے لئے ہے جو وہ پابندیوں کو مکمل طور پر ہٹانے کے لئے کر رہے ہیں۔ عراق نے ان ممالک سے اپنی کوششیں جاری رکھنے کی اپیل کی ہے۔

سیکورٹی کونسل کی اہم میٹنگ جس میں متعلقہ قرار داد پاس کی گئی

کلنٹن امریکی مسلمانوں کی مذہبی سرگرمیوں پر پابندی لگانا چاہتے ہیں

26 فروری 1993ء کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر بم دھماکے کے بعد جس میں 6 افراد ہلاک اور ایک ہزار سے زائد زخمی ہو گئے تھے، موجودہ امریکی انتظامیہ نے مسلمانوں کے خلاف بعض سخت اقدامات کئے ہیں جن سے وہاں کے لاکھوں پر امن امریکی مسلمان شہری پریشان ہیں۔ امریکہ میں مسلمانوں کے رہنماؤں کو تشویش ہے کہ اس سے ان کی امیج کو نقصان پہونچا ہے۔

واضح رہے کہ بم دھماکے میں ملوث کئے جا رہے چار افراد کو عمر قید کی سزا سنائی جا چکی ہے جب کہ رمزی یوسف گرفتار ہو چکا ہے۔ اور اس پر مقدمہ چل رہا ہے۔ اسی کے ساتھ شیخ عبدالرحمن اور 11 دوسرے افراد پر بھی امریکہ کے خلاف سازش رچنے کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ امریکی مسلمانوں کا ایک گروہ ان لوگوں کو بے قصور گردانتے ہوئے ان کی مدد کر رہا ہے۔ مگر امریکی مسلم کونسل کے رہنما ان لوگوں کی کوئی مدد کرنے کے بجائے اپنی امیج کو بہتر بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام پسندوں کی بعض کاروائیوں سے مثلاً ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے سے امریکہ میں مقیم مسلمانوں کو نقصان پہونچا ہے۔

امریکہ واسلامی دنیا کے تعلقات سے متعلق کونسل کے سربراہ نہاد عود کا کہنا ہے کہ مسلمان امریکہ میں بعض مسلم ممالک سے زیادہ آرام دہ حالت میں ہیں۔ مگر بعض "دہشت گردانہ حملوں" سے ان کی امیج کو نقصان پہونچا ہے۔ اگرچہ اس ملک میں مسلمانوں کے خلاف عام نفرت کا ماحول نہیں ہے مگر کیلی فورنیا کے ایک شہر میں زیر تعمیر ایک اسلامی سنٹر کو نذر آتش کئے جانے کے حادثہ نے انہیں از سر نو غور وفکر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

بل کلنٹن

امریکی دستور میں وہاں کے ہر شہری کو مذہبی آزادی کے ساتھ اظہار خیال کی بھی آزادی حاصل ہے۔ مگر ایک نئے مجوزہ قانون کے بعد جسے کلنٹن انتظامیہ نے کانگریس کی منظوری کے لئے اس کے سامنے پیش کیا ہے، مسلمانوں کی دشواریوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس مجوزہ قانون کے باقاعدہ قانون بن جانے کے بعد مسلمانوں کی مساجد اور اسلامی مراکز کی "مجرمانہ سرگرمیوں" میں ملوث ہونے کے محض شبہے کی بنا پر بغیر کسی ثبوت کے تلاشی لی جا سکتی ہے۔ اسی طرح مشتبہ افراد کو بغیر مقدمہ چلائے پولیس کی تحویل میں رکھا جا سکتا ہے یا یہ کہ خفیہ رپورٹوں کی بنیاد پر کسی کو بھی ملک بدر کیا جا سکتا ہے۔ اس مجوزہ بل کے خلاف مسلمان تنظیمیں سرگرم ہو گئی ہیں۔ اس کے خلاف لابی کرنے کے علاوہ خود مسلمانوں کو ایک ہینڈ بل کے ذریعہ بڑے پیمانے پر آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر امریکی افسران تفتیش کے لئے ان کے گھروں پر دستک دیں تو فی الفور یا تو کسی وکیل سے رابطہ قائم کریں یا پھر امریکی مسلمانوں کی کونسل کو خبر کریں۔ مگر کیا ان کوششوں سے مسلمانوں کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ واضح رہے کہ اس قانون کے پاس ہونے سے پہلے ہی امریکی انتظامیہ نے بعض اداروں اور افراد کے نہ صرف اثاثے منجمد کر دیئے ہیں بلکہ خیراتی کاموں میں بھی لوگوں کو ان کی مالی مدد کرنے سے منع کر دیا ہے۔

> اس مجوزہ قانون کے باقاعدہ قانون بن جانے کے بعد مسلمانوں کی مساجد اور اسلامی مراکز کی "مجرمانہ سرگرمیوں" میں ملوث ہونے کے محض شبہے کی بنا پر بغیر کسی ثبوت کے تلاشی لی جا سکتی ہے۔ اسی طرح مشتبہ افراد کو بغیر مقدمہ چلائے پولیس کی تحویل میں رکھا جا سکتا ہے یا یہ کہ خفیہ رپورٹوں کی بنیاد پر کسی کو بھی ملک بدر کیا جا سکتا ہے۔

کیا سود و زیاں سے بے نیاز آیت اللہ خمینی کا انقلابی ایران ایک مصلحت کوش ملک بن گیا ہے؟

شاید اب ایران کو بابری مسجد کی تعمیر نو سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی

رفسنجانی کا دورہ ہند کتنا کامیاب کتنا ناکام

ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی کا حالیہ دورہ ہند (17 تا 19 اپریل) کافی حد تک کامیاب رہا ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان تعاون کی نئی راہیں کھلی ہیں۔ اسی طرح بعض امور پر تبادلہ خیال سے ایک دوسرے کے موقف کو بہتر انداز میں سمجھنے کا بھی موقع ملا۔

ہندوستان کے نقطۂ نظر سے یہ دورہ خصوصاً بہت کامیاب رہا۔ چند ماہ قبل صدر رفسنجانی نے ہندوستان کا دورہ بظاہر پاکستان کے دباؤ کی وجہ سے ملتوی کر دیا تھا۔ ظاہر ہے اس سے ہندوستان کو کافی مایوسی ہوئی تھی۔ صدر ایران کا اپنے پہلے دورہ کی منسوخی کے بعد ہندوستان کا سفر کرنا گویا دہلی کی خارجہ پالیسی کی فتح ہے۔ دراصل بعض حالات اور بدلتے ہوئے عالمی منظر نامے کی وجہ سے ایران کی ہندوستان سے بہتر تعلق قائم رکھنے کی خواہش قابل فہم ہے۔ پاکستان کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے خود کو امریکہ کی جھولی میں ڈال کر بھی تہران کو دہلی سے قریب آنے میں مدد دی۔ خود نئی دہلی کو اس کا احساس تھا۔ چنانچہ اس صورتحال کا خوب فائدہ اٹھایا گیا۔ وزیر اعظم نرسمہا راؤ نے پروٹوکول کو نظر انداز کر کے ایرانی صدر کا ائر پورٹ پر استقبال کیا۔ ظاہر ہے اس کا مقصد صدر ایران کو زیادہ سے زیادہ ہندوستانی موقف کے قریب لانا تھا۔

اس دورہ کے دوران بہت سے امور زیر بحث آئے اور کئی تفہیمی معاہدات پر دستخط بھی ہوئے۔ ہندوستان نے ایرانی بحریہ کو جدید بنانے میں تعاون کی پیش کش کی۔ واضح رہے کہ پہلے ہی ہندوستان روسی سب میرن کیلی کے ائر کنڈیشننگ سسٹم کو گرم پانی میں کام کرنے کے لائق بنانے میں ایران کی مدد کر چکا ہے۔ اگر چہ ہندوستان نے ایرانی بحریہ کو ہتھیار بیچنے سے انکار کیا ہے مگر بعض مبصرین کا خیال ہے کہ تہران کو ہندوستانی بحری ہتھیاروں کی فروخت بعید از امکان نہیں ہے۔

ایران نے بھی ہندوستان کو کئی منفعت بخش پیشکشیں کی ہیں وہ بہت پہلے سے یعنی گذشتہ سال وزیر اعظم کے دورہ ایران کے وقت سے کہتا رہا ہے کہ ہندوستان سنٹرل ایشیا سے براہ ایران تجارت کر سکتا ہے۔ صدر ایران کے دورہ ہند کے وقت ہندوستان میں ترکمانستان کے وزیر خارجہ بھی موجود تھے۔ چنانچہ تینوں ممالک نے ایک ایسے معاہدے پر دستخط کئے ہیں جس کے مطابق ہندوستان کا سامان جہازوں کے ذریعہ ایرانی بندرگاہ، بندر عباس لیجایا جائے گا اور وہاں سے ایرانی علاقے سے ہو کر یہ سامان ترکمانستان لیجایا جائے گا جہاں سے وہ پورے سنٹرل ایشیا میں پہونچ سکے گا۔ اسی طرح سنٹرل ایشیا کی چیزیں اسی راستے سے ہندوستان پہونچتی رہیں گی۔

ایران کی دوسری منفعت بخش پیشکش ایران اور ہندوستان کے مابین ایک گیس لائن بچھانے کی ہے تاکہ ایرانی گیس باسانی ہندوستان پہونچ سکے۔ اس ضمن میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے ہیں جس کے مطابق چھ ماہ کے اندر مطالعہ کر کے یہ معلوم کیا جائے گا کہ آیا یہ اسکیم قابل عمل ہے یا نہیں۔ ایران کا نقطۂ نظر ہے کہ یہ گیس پائپ لائن براہ پاکستان ہندوستان و ایران کو جوڑ سکتی ہے۔ مگر پاکستان سے خراب تعلقات کی وجہ سے ہندوستان، یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ ایک سستا اور قابل عمل سودا ہوگا، اس تجویز کی طرف زیادہ مائل نظر نہیں آتا۔ خود ایران کو بھی اس کا اندازہ ہے یہی وجہ ہے کہ صدر رفسنجانی نے اس ضمن میں پاکستان کو آمادہ کرنے کے لئے اپنی خدمات بھی پیش کی ہیں۔ نئی دہلی اس تجویز کی بہ نسبت ایک دوسری تجویز پر غور کر رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مطالعہ کر کے معلوم کیا جائے آیا ہند و ایران کے مابین براہ راست گیس پائپ لائن سمندر کے نیچے بچھانا ممکن ہے یا نہیں۔

ان معاہدوں پر دستخط کرنے کے علاوہ بھی صدر رفسنجانی کا دورہ ہند کئی اعتبار سے اہم ہے۔ بعض امور پر ایران کی پالیسی ہندوستان کے لئے پریشان کن رہی ہے۔ مثلاً کشمیر اور بابری مسجد کے مسائل پر اس کا موقف نئی دہلی کے لئے کبھی بھی قابل قبول نہیں رہا ہے۔ لیکن ادھر تقریباً دو سال سے ایران کی پالیسی، اگر تبدیل نہیں ہوئی تو کم از کم اس میں کافی نرمی آئی ہے۔ پہلے تہران دو ٹوک انداز میں کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کا حامی تھا۔ مگر گذشتہ سال جینوا میں انسانی حقوق کمیشن کی کانفرنس میں اس نے ہندوستان کی کافی مدد کی۔ اس نے پاکستان کو ہندوستان کے خلاف مذمتی قرارداد نہ پیش کرنے پر آمادہ کر کے نئی دہلی کو ممکنہ شکست اور بے عزتی سے بچا لیا تھا۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ اب ایران اس مسئلہ پر اپنے پہلے والے سخت موقف پر قائم نہیں ہے۔ ہندوستان کی پارلیمانٹ سے خطاب کرتے ہوئے اور اس سے قبل لکھنو میں ایک تقریب میں بولتے ہوئے صدر رفسنجانی نے اسے دونوں ملکوں کے مابین ایک نزاعی معاملہ قرار دیا۔ بعد میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ ہندوستان، پاکستان اور کشمیری عوام کو مل کر حل کرنا چاہئے۔ اس ضمن میں انہوں نے ثالثی کی بھی پیشکش کی۔

اس طرح بابری مسجد پر ابھی تک ایران کا موقف کافی سخت تھا۔ مسجد کی شہادت کے وقت ایران نے ہندوستان کی مذمت کی تھی مگر اس دورے کے دوران کئی بار ایرانی صدر نے اس سانحے کا ذکر کیا اور کہا کہ مسجد تعمیر ہونی چاہئے۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ مسجد کہاں تعمیر ہو، اپنی اصل جگہ پر یا کہیں اور گویا پہلے دو ٹوک اور سخت موقف کی جگہ ایران نے ایک نرم اور ڈپلومیٹک پالیسی اختیار کر لی ہے۔ تہران نے محض اپنی پالیسی ہی میں نرمی نہیں پیدا کی ہے بلکہ اب وہ مسلمانوں کو یہ مشورہ بھی دے رہا ہے کہ سیکولر ہندوستان میں ان کے مفادات محفوظ ہیں اس لئے وہ بھائی چارہ کے ساتھ رہیں۔

دراصل گذشتہ دو سال سے ایران ایک نئی خارجہ پالیسی پر گامزن ہے اسے اندازہ ہے کہ امریکہ اور کسی حد تک مغربی ممالک اسے معاشی ترقی کرنے سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ان ترقی یافتہ ممالک سے تعاون کی امید نہ ہونے کی وجہ سے اس نے تیسری دنیا کے اہم ممالک کی طرف دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ ایران کو اس امر کا بھی احساس ہے کہ امریکہ لازمی طور پر اس کے ساتھ تصادم کی راہ اختیار کرے گا۔ کیوں کہ کمزور عراق کے بعد وہ ایران کے خلاف کارروائی کر کے ہی اس خطے میں تناؤ کی کیفیت قائم رکھ سکتا ہے جس کی وجہ سے اسے علاقہ میں اپنی موجودگی ثابت کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس امریکی پالیسی کا مقابلہ تہران، پاکستان، ہندوستان، چین اور ایران کے درمیان ایک پائیدار دوستی اور اتحاد کے ذریعہ کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدر رفسنجانی نے اپنے اس دورے کے درمیان بارہا اپنی اس پرانی تجویز کا اعادہ کیا کہ مذکورہ چاروں ممالک کو اپنے اختلافات دور کر کے ایک دوسرے سے قریب آکر دوستانہ معاہدے کرنے چاہئیں۔ ایران یہ بھی چاہتا ہے کہ نہ صرف برصغیر کے ممالک یعنی بنگلہ دیش پاکستان اور ہندوستان ایک دوسرے کے قریب آئیں بلکہ سنٹرل ایشیا سے لے کر چین تک ایک ایسا بلاک بن جائے جن کے تعلقات کی بنیاد معاشی تعاون پر ہو۔ ظاہر ہے ان ممالک کے درمیان خصوصاً چین اور ہندوستان اور پاکستان نئی دہلی کے درمیان کافی اختلافات ہیں جنہیں ایران ختم کرنا چاہتا ہے۔

اس پورے دورے کے دوران صدر رفسنجانی کی باتوں، تقریروں اور پریس کانفرنسوں سے جو تاثر ابھر کر سامنے آیا ہے وہ یہ کہ آیت اللہ خمینی کا وہ انقلابی ایران جو نفع نقصان کی پرواہ کئے بغیر کسی بھی مسئلہ پر دو ٹوک انداز میں اظہار خیال کرتا تھا۔ اب کافی بدل چکا ہے۔ رفسنجانی کے زیر قیادت آج کا ایران انقلابی جذبات سے زیادہ معاشی حقائق کو اہمیت دیتا ہے۔ ایرانی سیاست کے بعض عناصر کے دباؤ کی وجہ سے صدر رفسنجانی نے سلمان رشدی کے خلاف سخت موقف ضرور اختیار کر رکھا ہے، بعض دوسرے امور پر انہوں نے دو ٹوک انداز میں باتیں کہی ہیں مگر ان معاملات کی بہ نسبت اب وہ ایران کے معاشی و دفاعی مفادات پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں۔

ہاشمی رفسنجانی صدر جمہوریہ شنکر دیال شرما اور وزیر اعظم نرسمہا راؤ کے ساتھ

بابری مسجد سے متعلق رفسنجانی کے بیان پر ایک مسلم وزیر کی برہمی

ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی کے دورہ ہند کے موقع پر کچھ لوگوں کو یہ توقع تھی کہ وہ بابری مسجد کے مسئلہ پر سخت موقف اختیار کریں گے اور حکومت ہند سے مطالبہ کریں گے کہ وہ بابری مسجد کی تعمیر اسی مقام پر کرائے۔ لیکن ایسا سوچنے والوں کو مایوسی ہوئی اور رفسنجانی نے اس مسئلے پر بہت ہی نرم موقف اختیار کیا۔ یہاں تک کہ جب اخبار نویسوں نے ان سے بار بار اس مسئلے پر استفسار کیا تو انہوں نے قدرے جھنجھلاتے ہوئے انداز میں کہا کہ میں نے اس پر یوپی کے وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ سے گفتگو کی ہے اور بلاوجہ اس کی تشہیر نہیں کرنی چاہئے۔

دراصل کچھ لوگوں کو یہ امید اس لئے تھی کہ بابری مسجد کی شہادت کے بعد سب سے سخت احتجاج ایران کی جانب سے ہی ہوا تھا۔ ایران نے حکومت سے اسی مقام پر بابری مسجد کی از سر نو تعمیر کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن ہندوستان آکر رفسنجانی نے ایک دم ڈپلومیٹک انداز اختیار کر لیا اور لکھنو کے عوامی استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے دشمن بابری مسجد اور کشمیر کے معاملے پر ہندوؤں اور مسلمانوں کو بانٹ نہیں سکتے۔ ان کے اس بیان کا زبردست خیر مقدم ہوا تھا۔ ہندو اور مسلمان سب نے اس موقف کی ستائش کی تھی۔

لیکن اتر پردیش حکومت کے ایک وزیر اور ملائم سنگھ کے قریبی محمد اعظم خان نے رفسنجانی کے اس بیان کی مذمت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے بابری مسجد کو شہید کیا ان کے تئیں نرم موقف اختیار کر کے رفسنجانی یہ امید کر رہے ہیں کہ مسلمان اس جرم اور جرم کرنے والوں کو معاف کرنے اور بھولنے کو تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شاید ایران میں ایسے حساس معاملات کو اسی انداز میں حل کیا جاتا ہو لیکن رفسنجانی کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اس مسئلہ پر کئی حکومتیں گر چکی ہیں، اور اب بھی یہ ایک زندہ مسئلہ ہے کیونکہ حال ہی میں کئی پارٹیاں صرف اسی کی بنیاد پر کامیاب ہوئی ہیں۔ انہوں نے رفسنجانی کے مذکورہ بیان کو بلا سوچے سمجھے دیا گیا بیان قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایسے موقع پر جب کہ معاملہ عدالت کے زیر غور ہے رفسنجانی جیسی شخصیت کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس مسئلے کو کریدیں۔ اعظم خاں کا یہ بھی کہنا ہے کہ شاید ایسا بیان دے کر وہ حکومت ہند کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ اعظم خاں نے وزیر اعظم نرسمہا راؤ کے خلاف بھی بیان دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ وزیر اعظم نے پروٹوکول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایرانی صدر کا خیر مقدم ایر پورٹ پر کیا اور انہیں چھوڑنے بھی گئے۔ یہ انجانے میں نہیں ہوا بلکہ جان بوجھ کر کیا گیا تا کہ اس سے مسلمان خوش ہو جائیں۔
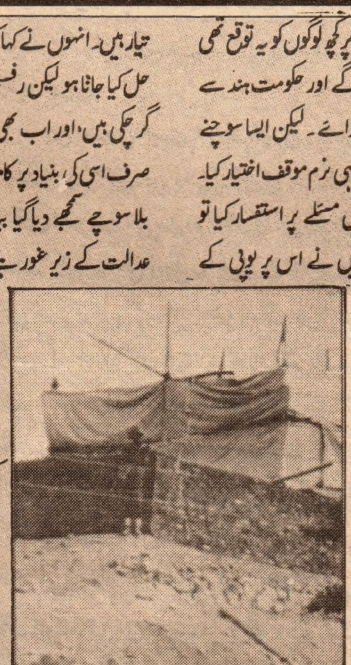
اس مسئلہ پر اعظم خان کے ساتھ لکھنو کے معروف شیعہ عالم آغا روحی بھی ہیں وہ بھی رفسنجانی کے بیان کی مذمت کرتے ہیں لیکن ان کا معاملہ سیاسی نہ ہو کر مذہبی ہے۔ انہوں نے رفسنجانی کی آمد سے قبل لکھنو میں احتجاج کیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ محرم میں ماتم کے دوران شیعہ زنجیروں اور تلواروں سے جو ماتم کرتے ہیں اسے ایران نے حرام قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مرحوم آیت اللہ خمینی نے یہ فتویٰ صادر کیا تھا جسے صدر رفسنجانی نے سختی سے نافذ کر رکھا ہے۔ اس مسئلہ پر وہ رفسنجانی کی آمد کے موقع پر

باقی صفحہ ۱۲ پر

اقوام متحدہ کی خلاف ورزی کرکے عازمین حج کو بھیجنے کا معاملہ

امریکہ اور لیبیا میں پھر ٹھن رہی ہے

اپریل 1992 میں امریکی دباؤ کے تحت اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے لیبیا کے خلاف ہوائی سفر کی پابندی عائد کردی تھی۔ نتیجتاً نہ لیبیا کا کوئی جہاز باہر جاسکتا تھا نہ باہر سے کوئی جہاز اندرون لیبیا آسکتا تھا۔ امریکہ دراصل لیبیا سے اس کے دو شہریوں کو واشنگٹن یا لندن کے حوالے کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے جن پر الزام ہے کہ انہوں نے 1988 میں اسکاٹ لینڈ کے قصبے لاکربی کے قریب پین ایم کا ایک مسافر بردار طیارہ دھماکے سے اڑا دیا تھا جس میں سوار تمام 170 افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ لیبیا کا کہنا ہے کہ اس کے شہری اس دھماکہ میں ملوث نہیں ہیں۔ لیکن وہ اس کے باوجود انہیں برطانیہ وامریکہ کے بجائے کسی تیسرے ملک بھیج سکتا ہے جہاں ان پر مقدمہ چلایا جاسکے۔ مگر امریکہ وبرطانیہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ دراصل یہ دونوں ہی ممالک اس بہانے سے لیبیا کو اس کی انقلابی ذہنیت کے لئے سزا دینا چاہتے ہیں۔ امریکی ومغربی مدد سے برسر اقتدار آنے والے کرنل قذافی بہت دنوں سے اہل مغرب کی نگاہوں میں کھٹک رہے ہیں۔

مگر 20 اپریل کو لیبیا نے اقوام متحدہ کے ذریعہ عائد ہوائی پابندی کی علی الاعلان خلاف ورزی کی۔ دراصل لیبیا نے پہلے ہی اعلان کردیا تھا کہ وہ امسال ان ناجائز پابندیوں کو توڑ کر اپنے عازمین حج کو اپنے جہازوں سے سعودی عرب بھیجے گا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس مذہبی معاملے میں کسی ملک یا بین الاقوامی ادارے کو مداخلت کا حق نہیں ہے۔

لیبیا کے اس ارادے کے اظہار کے بعد کہ وہ ہوائی پابندی کی خلاف ورزی کرے گا مصر کافی مشکلات میں پھنس گیا کیونکہ اس خلاف ورزی کا صاف مطلب یہ تھا کہ لیبیائی جہاز مصری فضاؤں سے ہوکر سعودی عرب جائیں گے۔ چنانچہ مصر نے سلامتی کونسل کی پابندیوں کی نگرانی کرنے والی کمیٹی سے درخواست کی کہ مصری جہازوں کو لیبیائی عازمین حج کو سعودی عرب لیجانے اور وہاں سے واپس لانے کی اجازت دے دی جائے۔ قذافی کے پختہ عزم کو دیکھتے ہوئے "پابندی کمیٹی" کو یہ زہر حلق سے اتارنا ہی پڑا۔ واضح رہے کہ اس اجازت سے قبل ہی ایک لیبیائی جہاز ایک سو پچاس عازمین حج کو لے کر جدہ ائرپورٹ پہونچ چکا تھا۔

فطری طور پر لیبیا نے اپنے اس اقدام کو مغرب کے خلاف فتح سے تعبیر کرتے ہوئے کافی خوشیاں منائی ہیں۔ لیبیا نے مصر کی کوششوں کو بھی سراہا ہے۔ لاکھوں افراد نے لیبیا کے بڑے شہروں کی سڑکوں پر جشن منایا۔

مگر ایک امریکی سفارت کار نے دھمکی دی ہے کہ کرنل قذافی کے اس اقدام کا جواب دیا جائے گا۔ کیونکہ اس کے بقول لیبیا نے اقوام متحدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ آثار بتاتے ہیں کہ جلد ہی لیبیا وامریکہ اور اس کے مغربی حلیفوں کے درمیان ایک نیا تنازعہ کھڑا ہونے والا ہے۔

مگر 20 اپریل کو لیبیا نے اقوام متحدہ کے ذریعہ عائد ہوائی پابندی کی علی الاعلان خلاف ورزی کی۔ دراصل لیبیا نے پہلے ہی اعلان کردیا تھا کہ وہ امسال ان ناجائز پابندیوں کو توڑ کر اپنے عازمین حج کو اپنے جہازوں سے سعودی عرب بھیجے گا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس مذہبی معاملے میں کسی ملک یا بین الاقوامی ادارے کو مداخلت کا حق نہیں ہے۔

شہید جنرل ضیاء الحق ایک عالمگیر اسلامی حکومت کے قیام ـ

مرگلا کی پہاڑیوں میں واقع جہاد یونیورسٹی کے بارے میں بعض اہ

پاکستان کے سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے پان اسلام ازم کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بہت سارے اقدامات کئے تھے۔ پاکستان کو بھی انہوں نے مثالی اسلامی مملکت کے رنگ میں ڈھالنے کے لئے بہت سی اصلاحات کی تھیں اور بہت سے شرعی قوانین نافذ کئے تھے۔ جس کی بنا پر انہیں عالم اسلام میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور انہیں پان اسلام ازم کا ہیرو بھی تصور کیا جاتا تھا۔ انہوں نے علامہ اقبال کے اس شعر سے بھی تحریک حاصل کی تھی کہ:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابہ خاک کاشغر

وہ ایک ایسی مثالی اسلامی ریاست کا خواب آخر دم تک دیکھتے رہے جو دریائے نیل سے سرزمین کاشغر تک پھیلی ہو یعنی ایک وسیع اسلامی ریاست جو واقعتاً اسلامی شریعت پر کاربند ہو اور جس کی مثال دی جاسکے۔

اپنے اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے انہوں نے جہاں بہت سارے اقدامات کئے تھے وہیں ایک ایسی یونیورسٹی کا بھی قیام کیا تھا جہاں جہاد کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ طلباء ان کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے میں اہم رول ادا کرسکتے ہیں۔ اسی خیال کے پیش نظر حکومت کی سرپرستی میں پاکستان میں واقع مرگلا کی پہاڑیوں میں یہ دانش گاہ قائم کی گئی تھی۔ ان کا یہ قدم کتنا اہم اور دور رس نتائج کا حامل تھا کہ آج تقریباً ایسے تمام ممالک میں یہاں کے فارغ التحصیل طلباء کی خاطر خواہ تعداد موجود ہے۔ جہاں غلبہ اسلام کی جد وجہد جاری ہے۔ مصر ہو یا الجیریا، فلسطین ہو یا اردن، شام ہو یا ملیشیا اور امریکہ ہو یا برطانیہ جہاں جہاں غلبہ اسلام کی تحریک چل رہی ہے وہاں وہاں اس یونیورسٹی کے طلباء کی کھیپ موجود ہے۔

پاکستان کے ایک اخبار کے مطابق اس یونیورسٹی کا قیام 1985 میں ہوا تھا۔ قارئین جانتے ہیں کہ اس وقت افغانستان میں روس نواز کمیونسٹ حکومت کے خلاف جہاد چل رہا تھا۔ اس یونیورسٹی کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس جہاد کو تیز کیا جائے اور کمیونسٹ حکومت کا تختہ پلٹ کر وہاں اسلامی حکومت قائم کی جائے۔ یہ یونیورسٹی ابھی تک گوشہ گمنامی میں تھی لیکن نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں دھماکے کے مشتبہ ملزم رمزی یوسف کی گرفتاری کے بعد یہ شہرت کی بلندیوں پر پہنچتی جارہی ہے۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ رمزی یوسف بھی اسی یونیورسٹی کے ایک طالب علم تھے اور یہیں وہ جہاد کے جذبے سے سرشار ہوئے اور غلبہ اسلام کی عالمی تحریک سے جڑ گئے۔ اب جب کہ انہیں گرفتار کرلیا گیا ہے، امریکی جیل میں قید ہیں اور امریکہ ہی میں ان کے

معاہدہ عدم توسیع برائے نیوکلیر ا

کیا جوہری اسلحوں سے لیس پانچ طاقتور ممالک

نیوکلیر اسلحہ جات کی عدم توسیع معاہدہ کی غیر معینہ یا معینہ مدت کے لئے تجدید کے سوال پر ممبر ممالک کے درمیان شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ آج کل نیو یارک میں اس مسئلہ پر اس معاہدے پر دستخط کرنے والے ملکوں کے نمائندے ایک کانفرنس میں بحث ومباحثہ میں مصروف ہیں۔ کانفرنس کا آغاز 17 اپریل کو ہوا اور اب تک اسے دنیا کے مختلف رہنما خطاب کرچکے ہیں جن میں اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل، امریکہ کے نائب صدر، وزیر خارجہ، بعض یورپی وزرائے خارجہ، غیر وابستہ تحریک کے نمائندے اور متعدد مسلم ممالک کے مندوبین شامل ہیں۔ کانفرنس پوری طور پر دو خیموں میں بٹی ہوئی ہے۔ امریکہ اور اس کے حلیف ممالک اس معاہدے کو غیر معینہ مدت کے لئے اور غیر مشروط طور پر بڑھانا چاہتے ہیں جب کہ تیسری دنیا سے تعلق رکھنے والے بہت سے ممالک اس معاہدے کی توسیع مشروط طور پر معینہ مدت کے لئے چاہتے ہیں۔

(N.P.T.) یعنی نیوکلیر ہتھیاروں کی عدم توسیع کا معاہدہ 1970 میں اس وقت زیر عمل آیا جب طویل بحث ومباحثہ کے بعد دنیا کے بہت سے ممالک نے اس پر دستخط کردیئے۔ اس معاہدے کی تین دفعات خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ پہلی اس معاہدہ کے بنیادی مقصد سے بحث کرتی ہے یعنی یہ کہ دنیا کو خطرناک نیوکلیر ہتھیاروں سے پاک کرنا سب کی ذمہ داری ہے۔ دوسری اہم دفعہ ان ممالک سے متعلق ہے جن کے پاس پہلے ہی سے ایٹمی ہتھیار موجود ہیں یعنی امریکہ، روس، چین، برطانیہ اور فرانس۔ معاہدے کی اس دفعہ کے ذریعہ ان ممالک پر زور دیا گیا ہے کہ وہ سنجیدگی سے اپنے ایٹمی ہتھیاروں کے ذخیرے کو بتدریج کم کرنے اور بالآخر مکمل طور سے ختم کرنے کے لئے باہم مذاکرات کریں۔ مگر ان پانچ ممالک نے اس مسئلہ پر کبھی بھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ اپنے ذخیروں کو کم کرنا تو دور کنار ان ممالک نے تو تجرباتی دھماکوں کو بھی ختم کرنے سے انکار کردیا ہے۔ گو یہ سارے ہی ممالک خصوصاً امریکہ یہ چاہتا ہے کہ دوسرے دستخط کرنے والے ممالک اس معاہدے سے متعلق اپنی ذمہ داریاں ضرور نبھائیں۔

اس معاہدہ کی تیسری اہم دفعہ تیسری دنیا کے ممالک سے متعلق ہے۔ وہ یہ کہ تیسری دنیا کے وہ ممالک جنہوں نے اس معاہدہ پر دستخط کئے ہیں وہ پرامن مقاصد کے لئے ایٹمی توانائی حاصل کرنے کا حق رکھتے ہیں اور یہ کہ اس ضمن میں جوہری ممالک ان کی مدد کریں گے۔ مگر اس ضمن میں امریکہ کا ریکارڈ شرمناک رہا ہے۔ سردست وہ ایران کے خلاف زبردست مہم چھیڑے ہوئے ہے اور روس وچین پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ ایران کو پرامن مقاصد کے لئے بھی ایٹمی توانائی کی تکنالوجی فروخت نہ کریں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا این پی ٹی پر دستخط 1970 میں ہوئے تھے۔ آج اس معاہدے پر دستخط کرنے والے ممالک کی تعداد 177 ہے جن میں وہ پانچ ممالک بھی شامل ہیں جن کے پاس پہلے ہی جوہری ہتھیار موجود ہیں۔ ہندوستان، پاکستان اور اسرائیل نے اس معاہدے پر دستخط نہیں کئے ہیں۔ ہندوستان کا کہنا یہ ہے کہ یہ معاہدہ امتیازات کی بنیاد پر قائم ہے یعنی ممبر ممالک کے مابین امتیاز برتتا ہے۔ واضح لفظوں میں یہ چند ممالک کو تو جوہری ہتھیار بنانے اور رکھنے کی اجازت دیتا ہے مگر دوسروں کو اس کے برعکس عمل اور پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس پر دستخط نہ کرکے ہندوستان نے جوہری توانائی حاصل کرنے کا اپنا پروگرام جاری رکھا اور 1974 میں ایک دھماکہ کرکے اپنے جوہری طاقت ہونے کا اعلان بھی کردیا۔

پاکستان نے بھی اس معاہدہ پر دستخط نہیں کئے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب تک ہندوستان اس معاہدہ پر دستخط نہیں کردیتا وہ بھی اس سے باز رہے گا۔ پاکستان یہ اعتراف کرتا ہے کہ اس کے پاس جوہری ہتھیار بنانے کی صلاحیت ہے لیکن اس نے کوئی ہتھیار بنایا نہیں ہے۔

جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے تو اس نے نہ صرف یہ کہ اس معاہدے پر دستخط نہیں کئے ہیں بلکہ ان ممالک کے پرامن مقاصد والے ایٹمی پروگراموں کو تباہ کرتا رہا ہے جنہیں این پی ٹی پر دستخط کرنے کی وجہ سے یہ حق حاصل ہے۔ آغاز میں اسرائیل کی امریکہ وفرانس دونوں نے مدد کی اور اس کے بعد سے مسلسل اس کے خفیہ پروگراموں سے چشم پوشی کرتے رہے ہیں۔ ساری دنیا یقین کی حد تک شبہ کرتی ہے کہ اسرائیل کے پاس کافی مقدار میں جوہری ہتھیار موجود ہیں مگر خود اسرائیل نہ اس کی تصدیق کرتا ہے اور نہ تردید۔ این پی ٹی پر دستخط کرنے کے سوال پر یہ کہتا ہے کہ جب تک اس کا مغربی ایشیا کے تمام ممالک بشمول ایران سے امن معاہدہ نہیں ہوجاتا وہ اس پر دستخط نہیں کرے گا۔

مگر عرب ممالک کو اسرائیل کی یہ پالیسی قابل قبول نہیں ہے۔ مصر نے کانفرنس سے پہلے اور کانفرنس کے دوران بھی کہا ہے کہ وہ جوہری ہتھیاروں کی عدم توسیع کے معاہدے کی غیر معینہ مدت کے لئے تجدید کا اس وقت تک مخالفت کرتا رہے گا جب تک اسرائیل اس پر دستخط نہیں کردیتا۔ ایران، ملیشیا، شام اور دوسرے مسلم ممالک بھی کم وبیش یہی رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مگر بعض وہ خلیجی ممالک جو اپنے دفاع کے لئے امریکہ پر انحصار کرتے ہیں، شاید امریکہ کی مرضی کے خلاف جانا پسند نہ کریں۔ چنانچہ ان کے مندوبین کانفرنس میں مصر وشام کی طرح زبردست سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ عربوں اور مسلم ممالک نے اس ضمن ابھی تک کوئی متفقہ لائحہ

اس شمارے کی قیمت چار روپئے
سالانہ چندہ ایک سو پچاس روپئے / سو امریکی ڈالر
کے از مطبوعات
مسلم میڈیا ٹرسٹ
پرنٹر، پبلیشر، ایڈیٹر محمد احمد سعید نے
القاء آفسیٹ پریس سے چھپواکر
دفتر ملی ٹائمز انٹرنیشنل
49 ابوالفضل انکلیو،
جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 25 سے شائع کیا
فون: 6827018

...ے لئے کوشاں تھے

...م حقائق بے نقاب

خلاف مقدمہ چلایا جارہا ہے تو وہ مذکورہ یونیورسٹی کے طلباء کے ایک مایہ ناز ہیرو بن گیے ہیں۔ وہ اپنے دوستوں اور دوسرے طلباء کی نظروں میں مغرب کے خلاف جہاد کی علامت بھی بن گیے ہیں۔ طلباء نے اس کی بڑی بڑی تصویریں اپنے کمروں میں سجالی ہیں۔

غالبا یہ اپنی نوعیت کی دنیا کی واحد یونیورسٹی ہے جہاں جہاد کی تعلیم دی جاتی ہے اور غلبہ اسلام کی تحریک میں شامل ہونے کے لئے طلباء کو تیار کیا جاتا ہے۔ اس یونیورسٹی کو حکومت پاکستان کی طرف سے بارہ کروڑ روپے سالانہ کی گرانٹ دی جاتی ہے جب کہ دوسرے عرب اور مسلم ممالک سے بھی بڑی مقدار میں فنڈز آتے ہیں۔ یونیورسٹی کے اکثر اساتذہ کا تعلق اخوان المسلمین سے ہے۔ دنیا بھر میں چلنے والی اسلامی تحریکوں سے ان کے قریبی روابط ہیں اور اطلاعات کے مطابق ان تحریکوں سے وابستہ افراد اس یونیورسٹی کا گاہے بہ گاہے دورہ بھی کرتے ہیں جس سے طلباء کے جوش وجذبات میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔

یونیورسٹی کو اپنے ان طلباء پر فخر ہے جو عراق، شام، الجیریا اور دوسرے ممالک میں اپنی حکومتوں کے خلاف جہاد میں سرگرم ہیں اور اپنے اپنے ملکوں میں اسلامی انقلاب کی راہیں ہموار کررہے ہیں۔ اس کے بہت سے طلباء حماس سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور بہت سے گلبدین حکمت یار کے گروپ میں بھی ہیں۔

علیگڑھ پبلک اسکول کی جائدادوں کو ہڑپنے کی خطرناک سازش

مسلم یونیورسٹی سے نمائندہ ملی ٹائمز کی رپورٹ

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے لگتا ہے نحوست کے بادل ابھی چھٹے نہیں ہیں۔ نامعلوم اسباب کی بنا پر نئے وائس چانسلر نے تادم تحریر (22 اپریل) اپنے عہدے کا چارج نہیں لیا ہے حالانکہ ان کی تقرری کو ایک ماہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ نئے وائس چانسلر کی آمد میں تاخیر سے ظاہر ہے ایک خلاسا پیدا ہوگیا ہے جس کا بعض غلط عناصر نے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ ان عناصر میں طلبہ لیڈر بھی ہیں اور کچھ اساتذہ بھی مگر سب سے زیادہ قابل اعتراض کام خود قائم مقام وائس چانسلر اور ان کے اعزاء واہل خاندان انجام دے رہے ہیں۔

قائم مقام وائس چانسلر پروفیسر خواجہ شمیم صاحب مدت سے اپنے آفس میں داخل نہیں ہوسکے ہیں کیونکہ ان کے آفس پر لوگوں نے تالا ڈال دیا ہے۔ ایسی صورت میں ان کے لئے بہتر یہی تھا کہ استعفی دیدیتے مگر آنجناب اس کے بجائے اپنے گھر سے وائس چانسلری کرنے لگے ہیں جس کا دوسرا نام دھاندلی اور اقربا پروری ہے۔ اس لئے ان کی "دھاندلیوں" کو اجاگر کرنے کے لئے اسٹاف ایسوسی ایشن نے باقاعدہ ایک WhitePaper شائع کیا ہے۔

قائم مقام وائس چانسلر کی اقرباء پروری کی تازہ مثال اس وقت دیکھنے کو ملی جب انہوں نے قاعدے اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر علی گڑھ پبلک اسکول کی انتظامیہ پر اپنے اہل خاندان اور رشتہ داروں کو قبضہ دلا دیا اس پرالم داستان کی تفصیل سے پہلے مناسب ہوگا کہ ایک نظر علی گڑھ پبلک اسکول کی تاریخ پر ڈال لی جائے۔

یہ اسکول 1977ء میں یونیورسٹی برادری کے بچوں کو بہتر تعلیم فراہم کرنے کی نیت سے قائم کیا گیا تھا۔ منٹو سرکل اور سٹی ہائی اسکول یونیورسٹی برادری کی بڑھتی ہوئی تعلیمی ضرورتوں کو پورا نہیں کرپارہے تھے چنانچہ علی گڑھ پبلک اسکول نے اسٹاف ایسوسی ایشن یا پرانے گیسٹ ہاوس کے سامنے والی بلڈنگ میں کام کرنا شروع کیا اسکول نے بڑی تیزی سے ترقی کی چنانچہ اس کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس مقصد کے لئے

> خواجہ حلیم اور خواجہ شمیم کی دھاندلیوں کے خلاف یونیورسٹی برادری میں زبردست غصہ ہے والدین، سرپرست، اساتذہ وطلبہ سبھی محسوس کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات اس اسکول کی املاک وجائداد کو ہڑپ کرلیں گے۔

تقوی پارک کے سامنے واقع نشاط کوٹھی کو منتخب کیا گیا۔ دراصل یہ کوٹھی ایک مخلص انسان نے یونیورسٹی کو وقف کی تھی۔

علی گڑھ پبلک اسکول نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی۔ فیس اور ڈیولپمنٹ چارج سے کافی آمدنی ہوئی۔ اسی دوران جدہ میں قائم اسلامک ڈیولپمنٹ بینک یا آئی ڈی بی نے بھی بڑی مدد کی۔ اس رقم کی مدد سے خستہ حال نشاط کوٹھی کے وسیع کمپلکس میں اسکول کی ایک شاندار نئی عمارت تعمیر کی گئی۔ اس میں مزید توسیع کے لئے حال ہی میں آئی ڈی بی نے دو لاکھ ڈالر دیئے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق خود اسکول کے پاس پہلے سے تقریبا چالیس لاکھ روپیہ موجود ہے۔ اسی کے ساتھ اسکول کے پیچھے نشاط کوٹھی کی لمبی چوڑی زمین ہے جس کی قیمت بھی تقریبا ایک کروڑ بتائی جاتی ہے۔ اسکول کی یہ بھاری رقم اور جائیداد ہی آج اس کے دشمن ہوگئے ہیں۔

جب اسکول قائم ہوا تھا تو اس کی مجلس منتظمہ میں زیادہ تر یونیورسٹی کے اساتذہ اور ابنائے قدیم تھے یونیورسٹی کے ایک سینئر استاذ پروفیسر نفیس احمد مدتوں اس کے منیجر رہے۔ مگر سابق وائس چانسلر پروفیسر فاروقی نے نفیس احمد سے بعض امور پر اختلافات کی وجہ سے انہیں منیجر کے عہدے سے ہٹا دیا۔ پروفیسر نفیس احمد نے اپنی سبکدوشی کے خلاف کورٹ سے StayOrder لے لیا تھا مگر اس پر عمل نہیں کروایا کیونکہ اس دوران اس عہدے پر پروفیسر وصی الرحمن کو مقرر کردیا گیا تھا جو ان کے استاذ ہیں۔ یہیں غالبا بنیادی غلطی ہوئی۔

بڑی چالاکی سے خواجہ حلیم جو کبھی یوپی اسمبلی کے ممبر تھے اور اب سماج وادی پارٹی کے ممبر بن گئے ہیں اور یوپی وقف بورڈ کی منیجنگ باڈی کے بھی رکن ہیں، نے پبلک اسکول کی مجلس منتظمہ کی پہلے ممبری حاصل کی اور پھر اعزازی خزانچی بھی ہوگئے۔ انہوں نے پہلے تو کمزور وصی الرحمن صاحب کو شیشے میں اتارا اور پھر "نوابوں" سے سانٹھ گانٹھ کرلی۔

موجودہ جھگڑا اس وقت شروع ہوا جب خواجہ حلیم نے اسکول کی مجلس انتظامیہ سے بعض اہم ناموں کو خارج کردیا۔ ان میں پروفیسر نفیس احمد اور سابق وائس چانسلر جناب سید حامد صاحب خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ کیونکہ انتظامیہ میں ان قد آور شخصیتوں کی موجودگی میں اسکول کی رقم اور جائداد پر قبضہ کرنا خواجہ حلیم کے لئے ممکن نہ ہوتا۔ مگر اس زیادتی پر پرنسپل محمد رفیع خان نے احتجاج کیا۔ منیجر پروفیسر وصی الرحمن صاحب بھی بغیر وجہ بتائے چھٹی پر چلے گئے۔ اس کا فائدہ اٹھا کر خواجہ حلیم خود غیر قانونی طور پر منیجر بن گئے اور اس کے بعد اور انتہائی غیر قانونی طریقے سے انہوں نے پرنسپل کو بغیر چارج شیٹ دیئے سبکدوش کردیا۔ اور اپنی ایک منظور نظر اور اسکول کے اساتذہ میں انتہائی غیر مقبول ایک استاذ حور حسن کو پرنسپل بنادیا۔ محمد رفیع صاحب اس پر کورٹ سے StayOrder لے آئے تو خواجہ حلیم نے اپنے بھائی اور موجودہ چانسلر خواجہ شمیم کے تعاون سے پولس کو بلوالیا۔ کئی دن تک یہ آنکھ مچولی چلتی رہی۔ بہر کیف حور حسن کبھی پرنسپل کے کمرے میں داخل نہ ہوسکیں۔

اس دوران اسکول میں زیر تعلیم بچوں کے والدین جن میں سے اکثریت یونیورسٹی سے کسی نہ کسی حیثیت میں وابستہ ہے سڑکوں پر نکل آئے انہوں نے پہلے اسکول کے سامنے اور پھر خواجہ شمیم کے گھر پر زبردست احتجاج کیا۔ ایک اندازے کے مطابق تین سو سے زائد والدین اور سرپرست اس مظاہرے میں شامل تھے۔ ان میں پچاس سے زائد خواتین بھی تھیں جنہوں نے خواجہ شمیم کا ناطقہ بند کردیا۔ اور خواجہ حلیم اور خواجہ شمیم نے غیر قانونی طور سے اسکول کو 2 جولائی تک کے لئے بند کردیا۔

دریں اثنا اسٹاف ایسوسی ایشن نے خواجہ حلیم کی حرکتوں کی ایک قرار داد کے ذریعہ مذمت کرتے ہوئے وائس چانسلر سے مطالبہ کیا ہے کہ نئے وائس چانسلر کے عہدہ سنبھالنے سے پہلے اس ضمن میں کوئی فیصلہ نہ لیں۔ مگر خواجہ شمیم اپنے بھائی کی دھاندلیوں میں برابر کے شریک ہیں۔ پہلے انہوں نے اعلان کیا کہ سوسائٹی کے نئے انتخابات 30 اپریل کو ہوں گے۔ مگر اس پر والدین نے احتجاج کیا تو انہوں نے کہا کہ انتخابات تو پہلے ہی ہوچکے ہیں ان کے بقول اب اسکول کے منیجر خواجہ حلیم کی بیوی اور خزانچی کے عہدے کے بھوکے ایک نواب صاحب اور ایک ایسے ہی دوسرے نواب صاحب سکریٹری بن گئے ہیں۔ خود خواجہ حلیم مجلس انتظامیہ کے ممبر ہیں اسی طرح سکریٹری نواب صاحب کے داماد، اور خواجہ شمیم کے متعدد دور ونزدیک کے رشتہ دار بھی انتظامیہ کے ممبر ہیں۔ یونیورسٹی کے صرف پروفیسر شریف الحسن صاحب اس کے ممبر ہیں جو اپنی کمزوری کے لئے مشہور ہیں۔ یونیورسٹی کے دوسرے اساتذہ کی درخواستیں سرد خانے میں ڈال دی گئی ہیں۔

خواجہ حلیم اور خواجہ شمیم کی دھاندلیوں کے خلاف یونیورسٹی برادری میں زبردست غصہ ہے۔ والدین، سرپرست، اساتذہ وطلبہ سبھی محسوس کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات اس اسکول کی املاک وجائداد کو ہڑپ کرلیں گے۔ ایک افواہ یہ ہے کہ پہلے ہی خواجہ حلیم نے اوقاف کے کاغذات میں خرد برد کرکے اسکول کی موجودہ عمارت اور اس کے سامنے کے لان کو یونیورسٹی کے بجائے سرسید ایجوکیشن ڈیولپمنٹ سوسائٹی کے نام وقف کرادیا ہے اور اس کے پچھلے حصے کی لمبی چوڑی زمین اپنے نام کرالی ہے۔ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ نشاط بلڈنگ سے قریب ہی واقع ایک دوسری لمبی چوڑی عمارت اور اس سے منسلک وسیع قطعہ اراضی بھی انہوں نے اپنے نام کرالی ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ دونوں ہی وسیع عمارتیں خاص طور سے پان والی کوٹھی یونیورسٹی کے نام وقف تھیں۔ مگر یوپی وقف بورڈ کے ممبر ہونے کے ناطے خواجہ حلیم نے ریکارڈ میں خرد برد کرکے انہیں اپنے نام کرالیا ہے۔

مگر اس سارے ہنگامے میں طلبہ یونین اور دوسرے طلبہ لیڈر کہیں نظر نہیں آتے۔ عموما ایسے مواقع پر طلبہ اور ان کے لیڈر ہی یونیورسٹی کی جائدادوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یونین اور دوسرے طلبہ لیڈروں کی خاموشی سے ذہنوں میں یہ شبہات پیدا ہورہے ہیں کہ کہیں پیسوں کی کھنک اور "شہنائی" نے تو انہیں نہیں سلادیا ہے۔

...سلحہ جات پر مباحثہ جاری ہے

...پوری دنیا پر حکومت کا خواب دیکھ رہے ہیں؟

...عمل تیار ہی نہیں کیا ہے۔

نیویارک میں جاری کانفرنس 12 مئی تک چلتی رہے گی اور غالبا 10 مئی یا 12 مئی کو موجودہ معاہدہ کو معینہ

جوہری دھماکہ

...یا غیر معینہ مدت کے لئے تجدید کرنے کے سوال پر ووٹنگ ہوگی۔ امریکہ اور اس کے حلیف ممالک چاہتے ہیں کہ اس معاہدہ کو غیر معینہ مدت کے لئے بڑھا دیا جائے۔ مگر مصر، ملیشیا، شام، ایران، نائیجیریا، وینزویلا اور تیسری دنیا کے بعض دوسرے ممالک اسے مشروط طور پر معینہ مدت کے لئے بڑھانے کے حق میں ہیں۔ ان ممالک کی دلیلیں مختلف ہیں، مثلا عرب اور مسلم ممالک چاہتے ہیں کہ اسرائیل کو بھی اس معاہدہ پر دستخط کرنے کے لئے مجبور کیا جائے اور جب تک ایسا نہیں ہوتا اس معاہدہ کو غیر مشروط طور پر غیر معینہ مدت کے لئے نہ بڑھایا جائے نائیجیریا، وینزویلا، انڈونیشیا اور دوسرے ممالک چاہتے ہیں کہ اس معاہدے کو مشروط اور معینہ مدت کے لئے ہونا چاہئے تاکہ جوہری ممالک پر اپنے ہتھیاروں کو ختم کرنے کے لئے اخلاقی دباؤ ڈالا جاسکے۔ تقریبا تمام ہی عرب ومسلم ممالک بھی اس دلیل سے متفق ہیں۔

کانفرنس میں ووٹنگ کے انداز کو لے کر بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ غیر جانبدار ممالک چاہتے ہیں کہ ووٹنگ خفیہ بیلٹ کے ذریعہ ہو مگر امریکہ اور اس کے حلیف ممالک چاہتے ہیں کہ یہ کھلے طور پر ہو۔ کیونکہ خفیہ بیلٹ کی شکل میں امریکہ اپنی دباؤ کی پالیسی پر عمل نہیں کرسکے گا۔ بہت سے غیر جانبدار ممالک نے باقاعدہ شکایت کی ہے کہ امریکہ دھونس اور دھمکی کی پالیسی پر عمل کررہا ہے اور انتہائی قابل اعتراض انداز میں بعض ممالک کو اپنا موقف اختیار کرنے پر مجبور کررہا ہے۔

غیر متوقع طور پر کانفرنس میں غیر جانبدار تحریک کے تن مردہ میں بھی جان پڑگئی ہے۔ دراصل انڈونیشیا کے خوبصورت شہر بنڈنگ میں 25 اپریل کو (یعنی اس مضمون کی تحریر کے دن) غیر جانبدار تحریک کی ایک کانفرنس شروع ہوئی جس میں این پی ٹی کی تجدید اور غیر معینہ توسیع کا مسئلہ بھی زیر بحث آئے گا۔ اس تحریک کے 111 ممالک ممبر ہیں۔ اگر یہ تحریک فیصلہ کرے کہ وہ غیر معینہ مدت کے لئے معاہدہ کی توسیع کے خلاف ہے تو شاید امریکہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑے۔ لیکن امریکہ پہلے ہی اعلان کرچکا ہے کہ اسے کم از کم 90 ممالک کی حمایت حاصل ہے۔ اگر یہ دعوی صحیح ہے تو اسے پہلے ہی فتح حاصل ہوچکی ہے لیکن 87 ممالک کی مخالفت سے اس معاہدہ میں وہ اخلاقی قوت باقی نہ رہے گی جو دنیا کو جوہری ہتھیاروں سے پاک کرنے کے لئے ممبر ممالک کو اس پر مجبور کرنے کے لئے ضروری ہے۔

ازبکستان اور قزاخستان ذہنی طور پر اب بھی روس کے غلام ہیں

بہت جلد مسلمانوں کی یہ خوش فہمی دور ہو گئی کہ ایک مسلم ملک ایٹمی طاقت کا مالک ہے

سوویت یونین کے زوال وانتشار کے بعد دنیا بھر کے مسلمانوں کو اس امر پر خوشی ہوئی تھی کہ برسوں سے دبائی ہوئی مسلم ریاستیں نہ صرف آزادی کی فضا میں دوبارہ سانس لیں گی بلکہ عالم اسلام کے لئے قوت کا باعث بھی بنیں گی۔ خاص طور سے قزاخستان سے لوگوں کو بڑی امیدیں تھیں کیونکہ پانچ مسلم ریاستوں میں سے صرف یہی ایک ایسی ریاست تھی جہاں کافی مقدار میں نیوکلیر اسلحہ موجود تھا۔ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگئے تھے کہ اب عالم اسلام کو بھی بالواسطہ طور سے نیوکلیر ہتھیار مل گئے ہیں۔ مگر یہ خوش فہمی جلد ہی دور ہوگئی۔

بہت جلد یہ محسوس کیا جانے لگا کہ نام نہاد آزاد مسلم ریاستیں پورے طور سے خصوصاً ذہنی طور پر روس سے آزاد نہیں ہوسکی ہیں۔ دراصل ان ریاستوں میں سابق کمیونسٹ پارٹی کے حکمراں ہی لبادے بدل کر برسراقتدار رہے۔ اپنی حکومت کو بچانے کے لئے اور عوام الناس کے جذبات کو نگاہ میں رکھ کر ان لوگوں نے کمیونزم کا لبادہ ضرور اتار پھینکا مگر سیاسی سطح پر بدستور ماسکو کے غلام بنے رہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ان لوگوں نے امریکہ کو بھی اپنا آقا تسلیم کرلیا۔ اور پھر دونوں کے اشارے پر اپنی پالیسیاں مرتب کرنے لگے۔

روس وامریکہ کے اشارے پر قزاخستان نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے نیوکلیر ہتھیاروں کو تباہ کرنے کا پروگرام بنالیا۔ مغرب خوش ہے کہ یہ مسلم ریاست بہت جلد یعنی 1996 تک نیوکلیر ہتھیاروں سے تہی دست ہوجائے گی۔ یہ ہتھیار روس لے جاکر تباہ کئے جارہے ہیں اس مقصد کے لئے امریکہ نے قزاخستان کو 170 ملین ڈالر دیا ہے۔ اس رقم سے قزاخستان میں واقع سابق سوویت یونین کی اسلحہ ساز فیکٹریوں کو دوسرے پر امن مقاصد کے لئے قابل استعمال بنانے کی ضرورت بھی پوری کی جائے گی۔ امریکی حکم کی بروقت تعمیل کی وجہ سے واشنگٹن قزاخستان سے کافی خوش ہے، چنانچہ قزاخستان پہلے ہی ناٹو کی "رفاقت برائے امن" کمیٹی کا ممبر بن چکا ہے۔ اسی طرح امریکہ قزاخستان کو 6 بحری بوٹیں بھی دے گا اور ان کے متوقع عملہ کو تربیت بھی تاکہ وہ بحر کیسپیئن میں اپنی سرحدوں کی نگہبانی کرسکے۔ بعض امریکیوں کا خیال ہے کہ قزاخستان میں موجود وافر تیل انہیں خلیج کے تیل پر انحصار کم کرنے میں کافی مدد دے گا۔

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کیوں قزاخستان امریکہ کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا ہے۔ امریکی قزاخستان کے مذکورہ بالا "کارناموں" کی وجہ سے اتنا خوش ہیں کہ انہوں نے صدر سلطان، نظر بائیوف کے آمرانہ نظام کو نظرانداز کر رکھا ہے۔ عراق اور ایران امریکہ کو تانا شاہ نظر آتے ہیں مگر وہ اس آمروں کو عزیز رکھتا ہے جو اس کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ قزاخ صدر کے معاملے میں بھی ان کا رویہ ایسا ہی ہے۔

> روس وامریکہ کے اشارے پر قزاخستان نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے نیوکلیر ہتھیاروں کو تباہ کرنے کا پروگرام بنالیا۔ مغرب خوش ہے کہ یہ مسلم ریاست بہت جلد یعنی 1996 تک نیوکلیر ہتھیاروں سے تہی دست ہوجائے گی۔

صدر نورسلطان نظر بائیوف کو 1996 میں دوبارہ صدارتی انتخابات کرانے تھے۔ مگر اس کے بجائے وہ بہت جلد ایک ایسا ریفرنڈم کرانے والے ہیں جس سے انہیں 2000ء تک برسراقتدار رہنے کا جواز مل جائے گا۔ 29 اپریل 1995 کو یہ ریفرنڈم ہونا ہے جس میں یہ طے کیا جائے گا کہ آیا نور سلطان آئندہ پانچ سال تک برسراقتدار رہیں یا نہیں؟ سنٹرل ایشیا میں ایسے ریفرنڈم کا نتیجہ ہر کسی کو معلوم ہے۔ یعنی نور سلطان کی فتح تقریباً یقینی ہے۔

مارچ کے اواخر میں امریکی وزیر دفاع پیری نے قزاخستان کا دورہ کرتے ہوئے اس ریفرنڈم کو ملک میں جمہوریت کے فروغ میں رکاوٹ قرار دیا تھا۔ مگر محض افسوس ظاہر کرنے کے علاوہ انہوں نے کچھ اور نہیں کیا۔ کیونکہ امریکی نقطہ نظر سے نور سلطان اپنی آمریت کے باوجود کافی کام کے انسان ہیں۔

قزاخستان ہی جیسا حال ازبکستان کا بھی ہے۔ یہاں 1997ء میں صدارتی انتخابات ہونے تھے مگر موجودہ صدر اسلام کریموف نے ایک ریفرنڈم کے ذریعہ اپنی مدت صدارت میں 2000ء تک کے لئے توسیع کرالی ہے۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اس ریفرنڈم میں 99.3 فیصد لوگوں نے حصہ لیا جن میں سے 99.6 فیصد نے حکومت کے حق میں فیصلہ دیا۔ دراصل مخالفت میں ووٹ ڈالنے والوں ہی کو کیبن میں جاکر ووٹ دینا تھا جب کہ ہاں کہنے والوں کو سادہ بیلٹ پیپر بکس میں ڈال دینا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے ریفرنڈم سے وہی نتیجہ برآمد ہوسکتا تھا جو اسلام کریموف چاہتے تھے۔

ایسا لگتا ہے کہ نور سلطان اور اسلام کریموف دونوں ہی اس بات کا احساس رکھتے ہیں کہ دور دراز واقع امریکہ سے کہیں زیادہ روس کی مدد ان کے اقتدار کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ وہ وہی کررہے ہیں جس سے روس خفا نہ ہو۔ روس کے موجودہ رویے سے اہل مغرب وہاں جمہوریت کے فروغ اور مستقبل کے بارے میں کچھ زیادہ پر امید نہیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ ازبکستان اور قزاخستان جیسی ریاستوں سے جو روس کی پشت پر واقع ہیں۔ دوستانہ تعلقات چاہتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت انہیں روس کے خلاف استعمال کرسکیں۔ مسلم ریاستوں کی یہی وہ اہمیت ہے جس کی وجہ سے امریکہ ان پر خصوصی توجہ دے رہا ہے۔ لیکن اس خصوصی توجہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ امریکہ کسی نام نہاد مسلم ملک کو بھی ایٹمی ہتھیار بنانے یا رکھنے کی اجازت دے دیگا۔ اس ضمن میں امریکہ وروس دونوں کا نقطہ نظر ایک ہے یعنی مسلمانوں کو نیوکلیر ہتھیاروں سے محروم رکھنا۔

کویت میں کام کررہی ایشیائی خادماؤں پر عرصہ حیات تنگ

کویت سے متعلق اکثر ایسی خبریں سامنے آتی ہیں کہ وہاں غیر ملکی خصوصاً ایشیا کی خادماؤں کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ لیکن چوں کہ ایسی خبریں اخباری رپورٹروں کی تیار کی ہوئی ہوتی ہیں اس لئے کبھی کبھی یہ شبہ گزرتا ہے کہ شاید ان میں اتنی سچائی نہ ہو جتنی کہ پیش کی جارہی ہے اور ممکن ہے کہ مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہو۔ لیکن حال ہی میں کویت میں واقع سری لنکا کے سفارتخانے کے ایک سفارتکار کے حوالے سے بھی ایسی ہی ایک خبر اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ تفصیلات کے مطابق کویت میں برسر روزگار سینکڑوں ایشیائی خواتین نے اپنے اپنے سفارتخانوں میں پناہ لے رکھی ہے۔ اپنے آقاؤں کے مظالم سے تنگ آکر ملازمت کو خیرباد کہہ کر انہوں نے راہ فرار اختیار کی ہے۔ سری لنکا کے سفارتکار کے مطابق کویت میں گھروں میں کام کرنے والی ایشیائی خادماؤں کی حالت دن بدن ابتر ہوتی جارہی ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ ہمارے سفارتخانے میں 150 سے زائد ایسی خواتین نے پناہ لے رکھی ہے جن کا جسمانی استحصال کیا گیا ہے چار پانچ معاملات یومیہ ہمارے سامنے آتے ہیں جن میں خواتین کو یا تو بری طرح زود کوب کیا گیا ہوتا ہے یا پھر ان کی عصمت دری کی گئی ہوتی ہے۔ سفارتخانے میں تین ایسی خواتین بھی موجود ہیں جو جزوی طور پر جلی ہوئی ہیں۔

کویت ایسا ملک ہے جہاں غیر ملکی ملازمین کی تعداد دیگر ممالک سے زیادہ ہے، ان ملازمین کی پریشاں حالی پر اس وقت روشنی پڑی جب متحدہ عرب امارات میں ملازمت کررہی فلپائن کی ایک سولہ سالہ لڑکی سارہ بالابگان پر اپنے آقا کو قتل کرنے کا کیس شروع ہوا۔ عدالت میں اس کا کہنا ہے کہ مجھے کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ جب وہ میری عزت لوٹنے کی کوشش کررہا تھا تو میں نے خود حفاظتی اقدام کے تحت اس کا قتل کردیا۔

رپورٹ کے مطابق سری لنکا کی 24 سالہ کانتی وجے وردھنے جسم پر بے شمار زخموں کے ساتھ سفارتخانہ میں لائی گئی۔ اسے نو مہینے تک زدوکوب کیا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے اعضاء مخصوصہ پر بھی جلنے کے نشان ہیں۔ اسے اس لئے جلایا گیا کہ وہ اپنی واجب الادا تنخواہ کا مطالبہ کر بیٹھی تھی۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے ہمیشہ ایک چھوٹے سے گھر اور فارم کا خواب دیکھا تھا تاکہ میں اپنے تین بچوں اور شوہر کے ساتھ زندگی گزار سکوں لیکن میرا یہ خواب بھیانک شکل میں سامنے آیا۔ گذشتہ چند برسوں میں ایسی کئی خادمائیں اپنے ملک بھاگ گئیں کیونکہ ان کے بقول ان کے مالکان نہ صرف جسمانی اذیت دیتے تھے بلکہ جنسی استحصال بھی کرتے تھے اور تنخواہ بھی ادا نہیں کرتے تھے۔ لیکن کچھ ایسی بھی ہیں جو وقت پر بھاگ نہیں سکیں اور اپنی زندگی گنوا بیٹھیں۔ انہیں میں سری لنکا کی ایک 23 سالہ خادمہ بھی ہے جسے اس کی مالکہ نے اپنے جوتے کی ایڑی سے پیشانی پر بھرپور ضرب لگا کر ختم کردیا۔ اس سے قبل وہ وہاں 28 مہینوں تک جسمانی اذیت جھیلتی رہی۔

> کویت میں برسر روزگار سینکڑوں ایشیائی خواتین نے اپنے اپنے سفارتخانوں میں پناہ لے رکھی ہے۔ اپنے آقاؤں کے مظالم سے تنگ آکر ملازمت کو خیرباد کہہ کر انہوں نے راہ فرار اختیار کی ہے۔ سری لنکا کے سفارتکار کے مطابق کویت میں گھروں میں کام کرنے والی ایشیائی خادماؤں کی حالت دن بدن ابتر ہوتی جارہی ہے۔

1993 میں ایک لبنانی عورت اور اس کے کویتی شوہر کو ایک فلپائنی خادمہ کو قتل کرنے کے الزام میں سات سال کی جیل کی سزا ہوئی تھی۔ اسی طرح ایک دوسری عورت بھی اسی جرم میں عدالت کے چکر کاٹ رہی ہے، فلپائن سفارتخانے میں بھی سینکڑوں عورتوں نے پناہ لے رکھا ہے۔ لیکن سفارتخانہ کے افسران اس سلسلے میں انٹرویو دینے سے کتراتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ پناہ گزیں خواتین نہیں چاہتیں کہ ان کا معاملہ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی زینت بنے۔

بقیہ : بابری مسجد کا مسئلہ اور رفسنجانی کا بیان

احتجاج کرنا چاہتے تھے لیکن وزیر اعلی ملائم سنگھ کسی بھی قسم کی بدمزگی کے حق میں نہیں تھے اس لئے رفسنجانی کے لکھنو آنے سے ایک دن قبل ہی انہیں گرفتار کرلیا گیا تھا۔

ایک طرف جہاں اعظم خان رفسنجانی کے بیان کو متنازعہ بنانے کی کوشش کررہے ہیں وہیں دوسری طرف ملائم سنگھ نے رفسنجانی کے دورہ لکھنو کو اپنے حق میں خوب کیش کرایا۔ انہوں نے وہاں جو پوسٹرس لگوائے تھے ان پر رفسنجانی کے ساتھ اپنی تصویر شائع کروائی تھی اور رفسنجانی کو شیر ایران تو ملائم سنگھ کو شیر اتر پردیش کہا گیا تھا۔ نعرے بھی رفسنجانی اور ملائم کے حق میں لگ رہے تھے۔ رفسنجانی کے ساتھ دہلی سے کانگریس کے دو مسلم وزیر بھی گئے ہوئے تھے اور ڈائس پر موجود تھے لیکن انہیں نہ تو بولنے دیا گیا اور نہ ہی کسی نے اپنی تقریر میں ان کا نام لیا۔ ملائم سنگھ نے خود کو مسلمانوں کا مسیحا بنا کر پیش کیا اور رفسنجانی سے کہا کہ یہاں ایک جماعت مسلمانوں پر مظالم توڑنا چاہتی ہے لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا اور اس کے لئے مجھے آپ کی مدد چاہیے۔

اعظم خان ملائم وزارت میں وزیر تو ہیں ہی ساتھ ہی وہ (نام نہاد) بابری مسجد ایکشن کمیٹی سے بھی وابستہ ہیں، شاید اسی لئے انہوں نے رفسنجانی کے بیان پر رد عمل ظاہر کرنا ضروری سمجھا۔ لیکن یہ بیان وزارت کے لیٹر ہیڈ پر نہیں بلکہ "ماینارٹیز فورم آف انڈیا" کے لیٹر ہیڈ پر جاری کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ تنظیم کا نام پہلی بار سننے میں آیا ہے، شاید اعظم خان نے کوئی پاکٹ تنظیم بنا رکھی ہے کیونکہ لیٹر ہیڈ پر انہیں اس تنظیم کا صدر دکھایا گیا ہے۔ شاید ملائم سنگھ نے سرکاری لیٹر ہیڈ پر ایسا بیان جاری کرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ ایسا کرنے سے ان کی ساری محنت رائیگاں ہوجاتی اور رفسنجانی کے دورہ لکھنو سے انہوں نے جو فائدہ اٹھایا ہے وہ گنوا بیٹھتے۔ بہرحال اعظم خان اس مسئلے پر تنازعہ کھڑا کرنے کی پوری کوشش کررہے ہیں لیکن مسلمان اس میں پڑنا نہیں چاہتے۔

"جہنم" کہتے ہی پورا علاقہ جہنم میں تبدیل ہوگیا

فلپائن حکومت کے درو بام اسلام پسندوں کی قوت سے لرزہ بر اندام ہیں

جنوب مشرقی ایشیا میں واقع فلپائن عیسائی اکثریت کا ملک ہے۔ لیکن ملک کے بعض حصوں میں خصوصاً منڈاناؤ میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد رہتی ہے۔ مسلمان مبلغین عیسائی مشنریوں سے پہلے فلپائن پہونچے تھے اور پر امن تبلیغ کے ذریعہ اسلام پھیلا رہے تھے۔ مگر کچھ ہی عرصے بعد فلپائن پر مشنریوں اور یوروپی سامراج نے یلغار کردی۔ انہوں نے بزور طاقت لوگوں کو عیسائی بنانا شروع کیا۔ لیکن منڈاناؤ میں جہاں مسلمان بڑی تعداد میں تھے انہیں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ مدت دراز سے فلپائن میں مسلمان اقلیت اور عیسائی اکثریت کے درمیان ایک کشمکش سی چل رہی ہے۔ مسلمان اپنی ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ کررہے ہیں کیوں کہ عیسائی اکثریتی حکومت سے وہ انصاف اور آبرو مندانہ سلوک کی توقع نہیں رکھتے۔

فلپائنی مسلمانوں کی سب سے بڑی تنظیم مورو (مسلم نیشنل لبریشن فرنٹ) ہے جو ایک عرصے سے ایک آزاد مسلم ریاست کے لئے مسلح جدوجہد کررہی تھی۔ مگر گذشتہ سال مسلح جدوجہد کا راستہ ترک کرکے فلپائنی حکومت سے امن مذاکرات پر آمادہ ہوگئی۔ اب تک مذاکرات کے دو دور ہوچکے ہیں لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا ہے۔

مورو (مسلم نیشنل لبریشن فرنٹ) کی امن پالیسی سے اس کے بعض ممبر اتفاق نہیں کرتے۔ ان کے بقول فلپائنی حکومت قابل اعتبار نہیں ہے۔ ان لوگوں نے ابو سیاف کے نام سے اپنی علیحدہ جماعت بنالی ہے اور فلپائنی حکومت کے خلاف مسلح جد وجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ابو سیاف کی طاقت میں دن بہ دن اضافہ ہورہا ہے۔ اپریل کے آغاز میں منڈاناؤ کے صنعتی شہر آئپل پر اس کے تیز رفتار حملے سے اس کی طاقت اور تربیت دونوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

4 اپریل کو آئپل پر تقریباً دو سو مسلم مجاہدین خاموشی سے حملہ آور ہوئے۔ ان کے کمانڈر نے جیسے ہی "جہنم" کہا ابو سیاف کے مسلح باغیوں نے چاروں طرف فائرنگ شروع کردی اور کاریں وغیرہ جلانے لگے۔ "جہنم" دراصل اس ایکشن کے لئے کوڈ ورڈ تھا۔ ذرا سی دیر میں آئپل کا صنعتی علاقہ تباہی کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اس حملے سے قبل ہی ان باغیوں نے 4 بینکوں سے سارا سرمایہ حاصل کرلیا تھا۔ اس حملے میں 57 لوگ مارے گئے جن میں شہری اور حکومت کے فوجی شامل تھے۔

یہ حملہ ابو سیاف گروپ کی اچھی فوجی تربیت اور بہترین جاسوسی نظام کا نتیجہ تھا۔ حملہ آوروں کو یہ معلوم تھا کہ آئپل میں مقیم سیکورٹی فورسز کا سربراہ میجر ڈینیلو ویکسن کہاں سکونت پذیر تھا۔ باغیوں نے اسے بڑی آسانی سے گولی مار دی۔ ڈینیلو اپنا پستول تک نہ اٹھا سکا۔ اسی طرح باغیوں کو اپنے جاسوسوں سے یہ بھی معلوم ہوچکا تھا کہ آئپل سے آدھا کلو میٹر دوری پر واقع ملٹری کیمپ کے زیادہ تر فوجی بعض دوسری ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے کہیں اور بھیج دیئے گئے ہیں حملہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے ہیلی کاپٹر ایک قریبی شہر میں ایک تقریب میں حصہ لے رہے تھے۔ مختصر یہ کہ آئپل کی حفاظت کے لئے پولس کے علاوہ بہت تھوڑے سے فوجی تھے۔

حکومت کی پولس اور فوج کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ابو سیاف نے آئپل پر حملہ کیا۔ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر وہ اپنا کام ختم کرچکے تھے اور آدھے سے زیادہ حملہ آور تیز رفتار بوٹوں کے ذریعہ، جن پر مشین گنیں نصب تھیں، اس راستے سے فرار ہوگئے جدھر سے وہ آئے تھے بقیہ حملہ آور خشکی کے راستے سے پہاڑوں کی طرف چلے گئے جو مدت دراز سے ان کی پناہ گاہ ہیں۔ فوج نے ان کا پیچھا کیا اور تین حملے کئے مگر یہ سب ناکام ہوگئے۔

منیلا میں گرفتار ان مشتبہ اسلام پسندوں کا تعلق رمزی یوسف سے بتایا جاتا ہے

ابو سیاف گروپ کے سربراہ ابو رزاق ابو بکر جنجلانی ہیں، جن کی فوجی تربیت لیبیا میں ہوئی تھی۔ ابو سیاف گروپ کے بارے میں فلپائنی حکومت کے ذرائع کا کہنا ہے کہ اس کے رمزی یوسف سے تعلقات ہیں جسے حال ہی میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر بم دھماکے کے سلسلے میں پاکستان سے گرفتار کرکے امریکہ لے جایا گیا ہے۔ یکم اپریل کو فلپائنی پولس نے 6 عربوں کو گرفتار کیا تھا اور دعوی کیا تھا کہ ان کے رمزی یوسف سے تعلقات ہیں۔ فلپائن اور دوسرے جنوب مشرق ایشیائی ممالک یہ خبر بھی پھیلا رہے ہیں کہ منیلا میں گرفتار عربوں اور رمزی یوسف کے عرب تاجر محمد جمال خلیفہ سے گہرے تعلقات ہیں۔ خلیفہ ارب پتی سعودی تاجر اسامہ کا سالا ہے جس نے افغان مجاہدین کی زبردست مالی مدد کی تھی۔ فلپائنی حکومت کو شبہ ہے کہ ابو سیاف گروپ کا آئپل پر حملہ 6 عربوں کی گرفتاری کا بدلہ لینے کے لئے تھا۔ لیکن جو بات ساری ہی حکومتیں اور ان کے حامی نظر انداز کردیتے ہیں وہ یہ ہے کہ ابو سیاف اور اس جیسے دوسرے گروپ خون آشام دہشت گرد نہیں ہیں بلکہ ایک خاص مشن کے علمبردار ہیں۔ بعض حکومتوں اور موجودہ عالمی نظام، خصوصاً اس کے مسلم مخالف رجحان سے وہ برگشتہ ہیں۔ جب تک ایسے گروہوں کے نظریات اور ان کی شکایات کو بغور سنا نہیں جاتا اور پر امن ماحول میں کام کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا بلکہ انہیں دہشت گرد قرار دیکر ان کے خلاف مسلح کارروائی کی جاتی ہے، اس وقت تک ایسے گروہوں سے امن کی توقع نہیں کرنی چاہئے۔ فلپائن کی عیسائی حکومت نے اپنی مسلمان اقلیت کے خلاف بے انتہا مظالم ڈھائے ہیں۔ جب تک ان مظالم کا تدارک نہیں کیا جاتا اور وہاں کے مسلمانوں کے جائز مطالبات پورے نہیں کئے جاتے اس وقت تک فلپائن خصوصاً منڈاناؤ میں امن کا خواب ادھورا رہے گا۔

"اسلامی دہشت گردی" کو روکنے کے بہانے مسلمانوں کے خلاف امریکی جارحیت

تحریر : فضیل امین **تلخیص و ترجمہ : مسعود الرحمان خاں ندوی**

مشرق وسطی میں امن کے لئے رکاوٹ نام نہاد عالمی اسلامی دہشت گردی کے خلاف امریکی حملہ کے نام سے صدر بل کلنٹن نے ایک صدارتی قرار داد کے ذریعہ بارہ تنظیموں اور اٹھارہ افراد کے بینک بیلنس منجمد کردیئے اور ان کے نام امریکا میں مقیم کسی بھی شخص کی طرف سے مالیاتی منتقلی پر پابندی لگادی۔ اس میں خیراتی چندے، ساز وسامان اور ہر قسم کی خدمات شامل ہیں۔ کلنٹن نے امریکی کانگریس کے نام پیغام میں کہا کہ میں نے یہ اقدام اس لئے کئے ہیں کہ عالمی دہشت گردی کے مسلسل واقعات کا مقابلہ کیا جاسکے جو مشرق وسطی میں امن کے عمل میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے کوشاں ہیں، امریکی ذمہ داروں کا کہنا ہے کہ یہ اقدامات دہشت گردی کے خلاف اس مکمل حکمت عملی کا صرف ایک حصہ ہیں جس کے خد وخال اس قرار داد میں ظاہر ہوں گے جس کو امریکی انتظامیہ نے کانگریس کے سامنے پیش کیا ہے۔

نام نہاد "امن کے دشمنوں" اور "نئے عالمی دہشت گردوں" کے خلاف یہ قرار داد دراصل عالمی صیہونی تحریک اور اس کے انجیلی انتہا پسند اور علاقہ کے مدد گار اتحادیوں کے ایک بڑے منظم حملے کا حصہ ہے۔

اس لئے کہ سب کے سب دنیا میں آزادی وخود مختاری کے رجحانات سے جنگ پر متفق ہیں جن میں سر فہرست اسلامی رجحانات کی جماعتیں اور ان کے گروہ ہیں۔ ہم ہر واقعہ کے پیچھے سازش کے نظریہ کے قائل نہیں، نہ اپنی ناکامیوں کا بوجھ دوسروں کے کندھوں پر لادنے کے حامی ہیں۔

مگر عام طور پر آزادی کی تحریکوں اور خاص کر اسلامی رجحانات کے خلاف منصوبہ بند حکمت عملی اور ترقی یافتہ وسائل کے استعمال کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے لئے ہم کو مذکورہ مہم کے نظریات، مفادات پر مبنی سیاسی اور منافع پر موقوف اقتصادی اسباب پر غور کرنا چاہئے۔ کلنٹن کے موجودہ اقدام اور مجوزہ قانون کے لئے سیاسی وصحافتی سطح پر بہت پہلے تیاری شروع ہوگئی تھی۔ نیویارک کے ٹریڈ سینٹر کا دھماکہ اور اس کے مضمرات، اقوام متحدہ کی عمارت اور نیویارک کے بعض پلوں کو دھماکہ سے اڑانے کی کوششیں اور اس عماد نامی ایک سابق مصری آفیسر کا ربط جس سے نے فیڈرل بیورو آف انویسٹی گیشن کے ایجنٹ کے طور پر پر جوش مسلم نوجوانوں کے ایک گروہ کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ ان سب چیزوں نے "امریکا میں جہاد" نامی ایک منحوس فلم کے لئے ایندھن فراہم کیا، جس کو سیٹف امرسن نے چھ لاکھ ڈالر کی لاگت سے تیار کرکے گذشتہ نومبر میں تمام امریکا میں نمائش کے لئے پیش کیا۔ جس کے فوراً بعد یہودی امریکی کمیٹی کے کئی اجلاسوں میں ایک مکمل اور کئی تجاویز تیار ہوئیں۔ اس کمیٹی کی رپورٹ اور امریکی صدارتی قرار داد کے سرسری مطالعہ وموازنہ سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ رائے عامہ تیار کرنے کے بعد بل کلنٹن کا اقدام ان تجاویز کی تصدیق کے سوا کچھ نہ تھا۔

اس وقت موجودہ اقدام سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ اپنے شہریوں کے حقوق کی حق تلفی کس طرح کرتا ہے۔ اس سے قبل جب جنگ عظیم دوم کے موقع پر امریکا نے جاپانی نسل کے شہریوں کو گرفتار کرکے جیلوں میں ڈال دیا تھا۔ اس لئے کہ شاید وہ جاپان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرکے امریکا کے لئے خطرہ نہ بن جائیں۔ یہ واقعہ امریکا کی پیشانی پر ایک بدنما داغ تھا۔

باقی صفحہ ۱۸ پر

حج پر جانے والا ٹائسن اب خون خوار مکے باز نہیں، ایک سیدھا سادہ نوجوان ہے

مائک ٹائسن کی زندگی کے نشیب و فراز پر ایک نظر

باکسنگ چیمپین مائک ٹائسن کی 1978 سے لے کر جب وہ بارہ سال کا تھا آج تک کی زندگی جن نشیب و فراز سے عبارت ہے ان میں مختلف اخلاقی جرائم کے واقعات کی تعداد خاصی غالب ہے۔ بلکہ بعض دن تو ایسے بھی گذرے ہیں جب اس نے ایک سے زائد خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا۔

کبھی پرس کی چوری میں ماخوذ تو کبھی اسکول کا ڈسپلن توڑنے پر اخراج، کبھی کسی پر پارکنگ لاٹ میں حملہ کر دیا تو کسی عورت کی جانب سے توجہ نہ

> ٹائسن کو اب ایک نیا تجربہ بھی ہونے والا ہے اور امید ہے کہ اس کے بعد اس کی زندگی میں اور بھی تبدیلی آئے گی۔ محمد علی کلے اسے لیکر حج پر جارہے ہیں اور سعودی عرب کے وزیر حج نے اعلان کیا ہے کہ ٹائسن اور کلے کا زبردست خیر مقدم کیا جائے گا۔

ملنے پر اس پر دست درازی کر بیٹھا۔ شادی کی تو ایکٹرس بیوی کو جسمانی اذیت دینے کا الزام سر لے لیا۔ ایک لڑکی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو وہ تیسرے ہی دن اپنی آبرو کی دہائی دینے لگی اور اسے ہتھکڑی لگوا کر مانی۔

ٹائسن کے کردار میں یہ اخلاقی کمزوریاں تو اپنی جگہ مسلم ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انحراف نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے مکے بازی کی دنیا میں جو مقام حاصل کیا وہ چند خوش نصیبوں کا ہی حصہ ہے۔ اس نے اب تک درجنوں ٹائٹل اور غیر ٹائٹل مقابلے جیت کر اپنا نام ذہنوں پر نقش کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ دنیائے باکسنگ کے شہنشاہ کی شخصیت کا ایک تازہ ترین پہلو بھی ہے۔ جس جیل میں اس نے تین سال گزارے ہیں وہاں سے دو میل کے فاصلے پر واقع مسجد میں اس کے ایک چوبیس سالہ پرستار نے مائک مائک کہہ کر پکارتے ہوئے سرورق پر اس کی تصویر والے تین حالیہ میگزین بڑھائے اور اس سے آٹو گراف کی درخواست کی۔ سفید ٹوپی اوڑھے ہوئے ٹائسن نے کسی بھی تاثر سے عاری چہرے کے ساتھ نہ صرف اپنے پرستار بلکہ اخباری نمائندوں اور پورے ہجوم کو نظر انداز کر دیا۔

ٹائسن کے اس طرح منظر عام پر آنے سے اس کے ترجمانوں اور روابط کی نگرانی کرنے والوں کے درمیان اس بحث و تمحیص کا منہ بند ہو گیا ہے کہ کیا اس نے واقعتاً اسلام قبول کر لیا ہے۔ وہ ایک رومن کیتھولک عیسائی کی حیثیت سے پیدا ہوا تھا۔ 1988 میں اصطباغی مسلک اختیار کیا اور اب اس نے اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر مذہب ہی تبدیل کر لیا ہے۔ اس تبدیلی سے باکسنگ کے شعبے سے کسی بھی طور پر وابستہ تمام افراد یہ قیاس آرائی کر رہے ہیں کہ وہ اپنے مؤید و مربی سے جن کا نام کنگ ہے کم از کم پیشہ ورانہ سطح پر قطع تعلق کر لیں گے۔ انہیں امید ہے کہ اب ٹائسن میں کافی خود اعتمادی پیدا ہو چکی ہے اور اس کی طبیعت کا وہ لاابالی پن ختم ہو جائے گا جس میں مبتلا ہو کر اس نے ساٹھ ملین ڈالر اڑا دیئے اور جیل بھی کاٹی۔

ٹائسن کا کہنا ہے کہ وہ باکسنگ کے شوق سے اپنی وابستگی برقرار رکھے گا۔ اس کے علاوہ کنگ کے دو دو منظوران نظر کو مددگار منیجر کے عہدہ پر رکھ کر وہ کنگ سے اپنے تعلق کو مزید مضبوط کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

مائک ٹائسن، ایک بدلا ہوا انسان

انڈیانا جیل سے باہر آنے کے بعد سے ہی کنگ مستقل اس کے ساتھ ہیں۔ وہاں اس کے خاندان کے افراد میں سے کوئی نہیں ہے۔ گنے چنے چند لوگوں میں سے جارج ٹاؤن میں طب کی طالبہ اس کی 28 سالہ دوست مونیکا ٹرنر اور پیشہ ورانہ حلقے سے محمد علی اور ہیبر جیسے ہی خواہ ہیں۔ جیل کی سیڑھیاں اترتے ہوئے کنگ کے حفاظتی عملے نے ٹائسن کو گھیرے میں لے لیا۔

مسجد کے نواح میں پہنچ کر یہ سارے حفاظتی انتظامات منتشر سے ہو جاتے ہیں صحافیوں کے ایک ہجوم نے ضرور ٹائسن کا تعاقب کیا تھا لیکن مسجد کے قریب مقامی شیرف یا حاکم کے نائبین نے انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔

نماز سے فراغت کے بعد ٹائسن کے خیر خواہ ہمیر نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ نیا تجربہ ٹائسن کے لئے بڑا مددگار ثابت ہوگا۔ یہ اسے تقویت دے گا اور اس بے ہنگم اور سخت گیر معاشرے کو سمجھنے کا مزید شعور عطا کرے گا۔ یہاں وہ ہیبت ناک باکسر مائک ٹائسن کسی طرح بھی نظر نہیں آتا بلکہ 5 فٹ گیارہ انچ کا ٹوپی پہنے ہوئے ایک عام نوجوان لوگوں کے سامنے کھڑا ہے۔

پہلے سے مائک ٹائسن کے قریب رہنے والے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اب یکسر بدل گیا ہے۔ اس میں نہ تو پہلے جیسا وحشیانہ انداز رہ گیا ہے اور نہ ہی وہ خوں خوار نظر آتا ہے۔ بلکہ اب تو وہ ایک سیدھا سادہ اور عام سا نوجوان دکھائی دیتا ہے۔ اس کی زندگی کے شب و روز میں زبردست تبدیلی آ گئی ہے۔ محمد علی کلے کی قربت نے بھی اس کی سوچ کو بدلنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ وہ اکثر اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اسے اسلامی سانچے میں مکمل طور پر ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہیں۔

ٹائسن کو اب ایک نیا تجربہ بھی ہونے والا ہے اور امید ہے کہ اس کے بعد اس کی زندگی میں اور بھی تبدیلی آئے گی۔ محمد علی کلے اسے لیکر حج پر جا رہے ہیں اور سعودی عرب کے وزیر حج نے اعلان کیا ہے کہ ٹائسن اور کلے کا زبردست خیر مقدم کیا جائے گا۔ محمد علی کلے اور ٹائسن کے اتحاد کو اگر فال نیک کہا جائے تو شاید بیجا نہیں ہوگا۔ کلے ریٹائرمنٹ کے بعد سے ہی اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ قوی امید ہے کہ ٹائسن بھی انہیں کے نقش قدم پر چلے گا اور وہ بھی ریٹائرمنٹ کے بعد اسلام کی تبلیغ میں تن من دھن سے لگ جائے گا۔

کیا اسرائیلی سیکرٹ سروس کا سربراہ فلسطینیوں کا ہمدرد ہے؟

اسرائیلی سیکورٹی سروس "شن بٹ" میں ایک مقتدر سیاست داں کو مبینہ طور پر یہ اشارہ دینے کے معاملہ میں خاصی ناچاقی چل رہی ہے کہ اس کے ٹیلی فون کو ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وزیر پولیس موشے سہل کے اس اندیشے کے اظہار کے بعد کہ اس قسم کی مداخلت کے دیگر معاملات کا بھی امکان ہے ان الزامات کی تحقیق پر اٹارنی جنرل مائیکل بن یائر کو مامور کیا گیا ہے۔ اس الزام کے منظر عام پر آنے سے پہلی بار ایسا ہوا کہ "شن بٹ" کو اتنی چھان بین سے گزرنا پڑا جب کہ آج تک اسرائیلی سیکورٹی کی فرشتہ رحمت کی طرح عبادت کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ اس کا وجود ہی حکومتی راز کی حیثیت رکھتا تھا۔

یہ اسکینڈل سابق وزیر داخلہ آریے ڈیری کے مقدمے کی سماعت کے دوران سامنے آیا جن پر 1990 کی دہائی کے اوائل میں ناجائز طریقے سے خطیر رقوم مذہبی اداروں کو منتقل کرنے کا الزام تھا۔ گواہ استغاثہ نے جو کہ ملزم کا دوست تھا یہ بیان دیا کہ ڈیری اور دیگر افراد اس بات سے واقف تھے کہ وہ پولیس کے "ٹیلی فون ٹیپ" کی فہرست میں شامل تھے کیونکہ شن بٹ کے ایجنٹوں نے 1991 میں یہ اطلاع فراہم کر دی تھی۔ پھر کیا تھا اعلیٰ اسرائیلی ذمہ داران معاملہ کی تفتیش کے لئے بے چین ہو گئے کیونکہ اگر ایسے حساس معاملات میں بھی اہم راز فاش ہونے لگے تو اس کی اہمیت ہی کیا رہ جائے گی۔ وزیر مواصلات شلامت الونی نے ان انکشافات کو حد درجہ پریشان کن اور موجودہ حکومت کی بدنامی کا باعث قرار دیا۔

شن بٹ کا اس طرح گرفت میں آنا کوئی نئی بات نہیں ہاں سیاسی اسکینڈل میں اسے ضرور پہلی بار ماخوذ پایا گیا ہے۔ اسرائیلی ملٹری سنسر قوانین کے مطابق شن بٹ کے معاملات کو منظر عام پر لانے پر سخت پابندی تھی 1984 میں اس وقت سنسر شپ میں ڈھیل آگئی جب ایک بس کا اغوا کرنے والے دو فلسطینیوں کی حراست کے دوران موت کی پردہ پوشی میں ملوث دو ایجنٹوں کے معاملے میں ایجنسی پر کافی کیچڑ اچھالی گئی اور "شن بٹ" کے سربراہ کو اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا تھا۔

سپریم کورٹ نے جسٹس موشے لینڈاؤ کی سربراہی میں ایک انکوائری کمیشن 1987 میں بنایا تھا جس نے سولہ سال تک منظم دروغ بیانی کے لئے ایجنسی کی مذمت کی۔ فلسطینی قیدیوں پر معتدل جسمانی دباؤ ڈالنے کا اختیار دے کر لینڈاؤ نے ایک اور تنازعہ کھڑا کر دیا تھا۔

اسرائیلی سیکورٹی کے بعض ذمہ داران کا خیال ہے کہ شن بٹ کی سرگرمیوں پر ہمیشہ سے کڑی نگاہ رکھی جاتی رہی ہے اور میڈیا کی زد پر تو ایجنسی اکثر رہتی ہے بلکہ مزید اس کی زد پر آتی جا رہی ہے جس کا ثبوت نئے سیکورٹی چیف کی تقرری کے موضوع پر عام مباحثہ ہے جو کبھی نہیں ہوا تھا۔ آخر کار ایک

> آخر کار ایک خفیہ تقریب کے دوران نئے سربراہ نے حال ہی میں اپنا عہدہ سنبھالا جو اسرائیلی انتہا پسندی کے ماہر ہیں۔ شن بٹ کے دو اعلیٰ عہدیداران نے ان کی تقرری کے وقت ہی استعفیٰ دیدیا۔ مغربی پٹی کے یہودیوں نے یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ نئے سربراہ فلسطینیوں سے زیادہ یہودیوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنائیں گے۔

خفیہ تقریب کے دوران نئے سربراہ نے حال ہی میں اپنا عہدہ سنبھالا جو اسرائیلی انتہا پسندی کے ماہر ہیں۔ شن بٹ کے دو اعلیٰ عہدیداران نے ان کی تقرری کے وقت ہی استعفیٰ دیدیا۔ مغربی پٹی کے یہودیوں نے یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ نئے سربراہ فلسطینیوں سے زیادہ یہودیوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنائیں گے۔

موصوف نے حیفہ یونیورسٹی سے 1990 میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے اس کے مندرجات سے یہودی مہاجروں کے تئیں ان کے رویہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں ایک جگہ مذکور ہے کہ اسرائیل کے وجود کو ایک جمہوری اور آزاد ریاست کی حیثیت سے دائیں بازوں کے شدت پسند عناصر کے جرائم سے براہ راست اور حقیقی خطرہ لاحق ہے۔ اسرائیلی معاشرہ اور حکومت ان مجرمانہ سرگرمیوں سے اپنا دفاع کرنے میں نہ صرف ناکام ہیں بلکہ ان سے سمجھوتہ کر چکی ہیں۔

مسلمانوں کو شیشے میں اتارنے کی کانگریسی مہم کہاں تک کامیاب ہوگی؟

نرسمہا راؤ کو اقلیتوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے مثبت اقدامات کرنے ہوں گے

تحریر : نیرجا چودھری

معاصر صحافت کے اس کالم میں ہم مسلم معاملات، سیاسی حالات اور دوسرے اہم موضوعات پر معروف اہل قلم اور صحافیوں کے مضامین شائع کرتے ہیں۔ یہ مضامین ہم مختلف قومی اخبارات سے منتخب کرتے ہیں۔ ان کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ قارئین دوسرے اخبارات کے قلم کاروں کے نظریات و خیالات سے واقف ہو سکیں اور یہ جان سکیں کہ دوسری زبانوں کے اخبارات مذکورہ معاملات پر کیا موقف اختیار کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

پچھلے دنوں دو واقعات ایسے رونما ہوئے جنہیں مسٹر راؤ کے حامیوں نے ان کی طرف سے خواہ علامتی طور پر ہی سہی، اقلیتوں کا اعتماد دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش سے تعبیر کیا ہے۔ ایک واقعہ تو وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد سے ان کا اولین سفر پنجاب ہے جس کے دوران انہوں نے لدھیانہ میں منعقد ایک میٹنگ میں بے انت سنگھ کی انتظامی صلاحیتوں کا "اعتراف" کیا۔ دوسرا واقعہ ایرانی صدر رفسنجانی کا دورہ رہا اسے مسلمانوں کے پیش نظر خاصی اہمیت دی گئی ہے۔

جہاں تک صدر رفسنجانی کا سوال ہے اپنے طور پر انہوں نے مسئلہ کشمیر پر بڑے نزاکت سے متوازن موقف کا اظہار کیا۔ پاکستان کے امریکہ پر مکمل انحصار پر ناخوشی و بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے ہندوستانی موقف کی حمایت کی اور اس کے علاقائی سالمیت کا اعتراف کیا۔ سیکولر انڈیا کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو خلیج سے آنے والی خارجی مدد کی طرف نہ دیکھنے کا اشارہ دیا جو سعودی عرب سے ایران کی روایتی چپقلش کے تناظر میں اس کے لئے ساز گار نہیں ہے۔

آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کا (او آئی سی) مسئلہ کشمیر پر ایک حلیف ہونے کے ساتھ ایران عالم شیعیت کی سربراہی بھی کرتا ہے اور صدر رفسنجانی کا موقف اس ملک کے شیعہ فرقہ اور بعض "بنیاد پرست" سنیوں کو بھی متاثر کرے گا۔ وادی کشمیر میں دو لاکھ شیعہ بستے ہیں جن میں ساٹھ ہزار کی تعداد نواح میں ہے اور گوجر اور بکروال طبقوں کے شانہ بشانہ انہیں بھی جموں کشمیر کے انتخابات کے موقعوں پر بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔

ایک خیال یہ بھی ہے کہ مسٹر راؤ آنے والے دنوں میں انتشار زدہ جموں کشمیر میں انتخابات کرا سکے تو وہ مدتوں سے معرض التوا میں پڑے ہوئے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت کے حامل شخص کی حیثیت سے خود کو ابھارنے کے لئے کشمیر والا پتہ پھینکیں گے۔ اور چونکہ ارجن سنگھ اور تیواری کی جوڑی نے 19 مئی کو کنونشن کا اعلان کردیا ہے جو پارٹی میں انتشار و افتراق کی تمہید ہوگا، مسٹر نرسمہا راؤ کی قیادت کو اگر کوئی خطرہ نہ لاحق ہوا تو بھی 1996 کے انتخابات میں ووٹ ہتھیانے کے لئے انہیں ابھی سے سرگرم عمل ہونا پڑے گا۔

مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے کانگریس کو صحیح معنوں میں تعمیری حکمت عملی کی ضرورت ہے کیونکہ اس مرحلہ پر جوڑ لگانے یا رفو کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا بی جے پی کی طرح مسٹر راؤ بھی اقلیتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے حالیہ موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔

ہاں یہ اشارے بذات خود کسی نتیجے کی حیثیت نہیں رکھتے۔ مسلمان آندھرا پردیش میں مسٹر راؤ کو اور مہاراشٹر میں شرد پوار کو سبق سکھا ہی چکے ہیں۔ کانگریس کے خلاف ان کا غصہ انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور اب اسی حالت میں کم ہوسکتا ہے کہ کانگریس اس بات کا ثبوت دے کہ وہ بعض ایسی ترمیمات کررہی ہے جس سے حق و انصاف کی ضمانت دی جاسکے۔ اس سے پہلے کہ اقلیتیں مسٹر راؤ کی طرف دوبارہ دیکھنا شروع کریں انہیں اقلیتوں کی نظر میں جگہ بنانے کے لئے باقاعدہ مثبت اقدامات کرنے ہوں گے۔ کیونکہ اقلیتوں کی ناراضگی ہی وہ واحد سبب تھا جس کی بنا پر دس صوبوں میں حالیہ انتخابات میں ان کی پارٹی کی شکست ہوئی۔

کانگریس خود اپنی ہی کج فہمی کی اسیر رہی ہے۔ برسوں تک اقلیت کی تعلیم اور روزگار جیسے مسائل پر کوئی ٹھوس کام کیے بغیر مسلمانوں کے ووٹ قابو میں کرتی رہی۔ آج ٹاڈا اور کشمیر جیسے مختلف مسائل

پر ہندو طبقے کے دباؤ کے خوف نے اسے یکسر بے جان و بے حرکت بنا دیا ہے۔ حکومت اچھی طرح جانتی ہے کہ ٹاڈا ایسا ظالمانہ ایکٹ ہے جس کے ناجائز استعمال کے امکانات خاصے وسیع ہیں اور اعداد و شمار شاہد ہیں کہ اس کا استعمال اگر ہوا ہے تو مسلمانوں کے خلاف۔ پھر بھی حکومت اس قانون کو

کانگریس خود اپنی ہی کج فہمی کی اسیر رہی ہے۔ برسوں تک اقلیت کی تعلیم اور روزگار جیسے مسائل پر کوئی ٹھوس کام کیے بغیر مسلمانوں کے ووٹ قابو میں کرتی رہی۔ آج ٹاڈا اور کشمیر جیسے مختلف مسائل پر ہندو طبقے کے دباؤ کے خوف نے اسے یکسر بے جان و بے حرکت بنا دیا ہے۔

واپس لے کر ضروری حفاظتی اقدامات کے ساتھ نیا قانون وضع کرنے سے قاصر ہے۔

یکے بعد دیگرے کئی انتخابات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اس طرح اپنے ووٹ نہیں ڈالے جس طرح دیگر فرقوں نے۔ کانگریس سے ہندی بھاشی پٹی میں ان کی ناراضگی 1967 میں شروع ہوئی تھی جب مخالف پارٹیوں کی حکومت وہاں قائم ہوئی۔ یہ ناراضگی اتنی بڑھی کہ 1977 میں اندرا گاندھی کی حکومت کی شکست ہوئی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر مسلمان مذہب کی بنیاد پر ووٹ دے رہے ہوتے تو انہوں نے مغربی بنگال، بہار یا آسام میں گزشتہ دہائی میں کمیونسٹ پارٹیوں کی حمایت نہ کی ہوتی۔ بائیں بازو کی طرف ان کا جھکاؤ اس وجہ سے بڑھا کہ وہ سماج کے مظلوم طبقے کی نمائندگی اور ہندو دہشت گردی یا جنگجویانہ وطن پرستی کی مخالفت بھی کررہا تھا۔

آج شمالی ہندوستان کے منظر نامے میں تبدیلی آرہی ہے۔ یوپی میں ملائم سنگھ یادو اور بہار میں لالو پرساد یادو کے عروج کے بعد اونچی ذات کے ہندوؤں کو مسلمانوں کے تسلط سے کہیں زیادہ پسماندہ طبقات کے اوپر اٹھنے سے خاصی تشویش لاحق ہے۔ اور اس نو زائیدہ باغی قوت کے مقابل آنے کی غرض سے وہ کوئی قابل عمل انتخابی تال میل وضع کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔

اگر کانگریس کی مسلم حمایت برقرار رہتی جس کا امکان بہار میں کسی زمانے میں پیدا ہوا تھا تو وہ اونچی ذاتوں کی حمایت بھی حاصل کرلیتی۔ لیکن جب گجرات اور مہاراشٹر کے نتائج کے بعد مسلمانوں نے باجماعت جنتادل کا رخ کیا تو اونچی ذات والوں نے اپنے ووٹ بی جے پی کو دے۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ جگن ناتھ مشرا کے ایک رشتہ دار خود اپنے ہی گڑھ میں شکست کھا گئے۔ اگر اس وقت اونچا طبقہ کانگریس کی طرف ہوتا تو ممکن تھا کہ دلت بھی کانگریس کے حلقے میں شامل ہوجاتے۔

غرضیکہ صورتحال یہ ہے کہ 1996 کے انتخابات کے لئے کسی "اتحاد" کا تشکیل پانا امر محال نظر آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان جن کی حمایت ارجن سنگھ کو حاصل ہے، منتظر ہیں کہ ارجن جی کب اڑان بھرتے ہیں۔ ان کی اپنی پارٹی کی تشکیل سے نیشنل فرنٹ اور لیفٹ فرنٹ کا اشتراک مسلمانوں کے لئے زیادہ قابل قبول ہوگا۔

مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے کانگریس کو صحیح معنوں میں تعمیری حکمت عملی کی ضرورت ہے کیونکہ اس مرحلہ پر جوڑ لگانے یا رفو کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا بی جے پی کی طرح مسٹر راؤ بھی اقلیتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے حالیہ موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔

(انگریزی سے تلخیص و ترجمہ)

سویڈن حکومت کہتی ہے کہ ختنہ غیر قانونی ہے

آج کل جو مغربی ممالک اسلام دشمنی میں سر فہرست ہیں ان میں سویڈن بھی شامل ہے۔ سویڈن ایسا ملک ہے جہاں اسلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو سرکاری طور پر باضابطہ تحفظ دیا جاتا ہے۔ تسلیمہ نسرین کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ حکومت اپنی اسلام دشمنی کے سبب مسلمانوں کو شریعت پر چلنے میں روڑے اٹکاتی ہے۔ ابھی حال ہی میں سویڈن کی عدالت نے مسلمان بچوں کا ختنہ کرانے کو قانوناً جرم قرار دے دیا ہے۔ عدالتی حکام نے اپنے فیصلہ میں کہا ہے کہ سویڈن میں بسنے والے مسلمان اگر اپنے اولادوں کا شرعی بنیادوں پر ختنہ کرائیں گے تو انہیں تلقین جرم کے ارتکاب کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا اور ان پر حکومت کی جانب سے مقدمہ چلایا جائے گا۔

یہ فیصلہ اس وقت صادر کیا گیا جب ایک مصری مسلمان مہاجر کیمپ میں چھ لڑکوں کا ختنہ کرنے کے جرم میں پولس نے ایک مصری والدین کو گرفتار کیا اور اس پر اس "جرم" کی وجہ سے مقدمہ چلایا گیا۔ عدالت نے ساتھ ہی ساتھ ختنہ کرنے والے مصری ڈاکٹر کو بھی قصوروار ٹھہرایا ہے۔

استغاثہ کے وکیل نلس ریکی کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر اور لڑکے کے والدین ڈیڑھ سال تک کے بچوں کو جسمانی اذیت دینے کے مرتکب ہوئے ہیں اور ڈاکٹر پر الزام ہے کہ اس کے چھ لڑکوں کو چھوت لگنے کے خطرہ سے دوچار کیا ہے۔

سب سے دلچسپ الزام لڑکے کے والدین پر یہ لگایا گیا ہے کہ وہ لوگ ختنہ کی اسلامی رسم کے دوران لڑکوں کو پکڑے رہے اور اس وقت بچے رو رہے تھے جو کہ احتجاج کی علامت ہے۔

اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ اس رسم کے دوران طاقت کا استعمال کیا گیا جو کہ تشدد کے درجے میں آتا ہے۔ اور لڑکوں کو والدین اپنے ہاتھوں سے دبوچے رہے اور ان کو تکلیف دینے کی "سازش" میں شروع سے آخر تک ڈاکٹر کے ساتھ شریک رہے۔

استغاثہ کے وکیل مسٹر ریکی نے مزید الزام لگایا کہ ان مسلمانوں نے حکومت کے ان ضابطوں کی خلاف ورزی کی ہے جن کے تحت کسی کو مجبور کرنا، تکلیف دینا اور حملہ کرنا مجرمانہ فعل ہے۔

جن بچوں کا ختنہ کیا گیا ہے ان میں سے ایک کے والد کا کہنا ہے کہ یہ رسم ہمارے مذہب اسلام میں سنت کا درجہ رکھتی ہے اور ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان امتیاز کی ایک علامت ہے۔ اور ہم اس رسم کی ادائیگی کے لئے نہ تو مصر جاسکتے ہیں اور نہ کہیں اور۔ اگر ہم ملک سے چلے جائیں تو ہم کو یہاں دوبارہ داخل ہونے نہیں دیا جائے گا۔ شاید سویڈن کی حکومت اب اسلام دشمنی میں اتنی اندھی ہوچکی ہے کہ شریعت پر بھی حملہ کرنے سے نہیں چوکتی۔ کہیں یہ حملے مغربی ممالک کے بجھتے ہوئے چراغ کی آخری لو ثابت نہ ہوجائے۔

مناسب رشتے

جرمنی کے مستقل شہری ضلع گجرات (پاکستان) سے تعلق رکھنے والے معقول روزگار سے وابستہ دین دار اور روشن خیال شخص (عمر 38 سال، قد 167 سینٹی میٹر) کے لئے ایسی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے جو جرمنی میں سکونت پذیر ہونے کی خواہش مند ہو۔ جہیز وغیرہ کی کوئی شرط نہیں ہے۔ خواہشمند حضرات تصویر و تفصیل ارسال فرمائیں۔

رابطہ ملی باکس نمبر 150

ذاتی کاروبار کے مالک بائیس سالہ کشمیری سنی پٹھان نوجوان کے لئے کم از کم انٹرمیڈیٹ سطح تک تعلیم یافتہ خوبصورت، گوری سولہ سے اٹھارہ سال تک کی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ جہیز کی کوئی شرط نہیں۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 151

حال ہی میں ایم بی بی ایس پاس شدہ ہاوس سرجن شب سے وابستہ شیخ گھرانے کے نوجوان لڑکے کے لئے ڈاکٹر لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 152

پرائیویٹ میڈیکل پریکٹشنر بی یو ایم ایس سید نوجوان (عمر 27 سال، قد 5 فٹ سات انچ) کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ لڑکے کے والد فوجی افسر ہیں۔ بشرط واپسی تصویر اور متعلقہ تفصیلات ارسال فرمائیں۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 153

معزز صدیقی خاندان کے بی اے بی ٹیک انڈسٹریل انجینئر (عمر 27 سال، قد 178 سینٹی میٹر) کے لئے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکے کا ذاتی معقول کاروبار اور مکان ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 154

دینی رجحان رکھنے والے صدیقی خاندان کے ستائیس سالہ اعلیٰ تعلیم یافتہ انجینئر کے لئے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکے کا کروڑوں کا ذاتی کاروبار ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 155

شیخ صدیقی خاندان کے دینی ذہن رکھنے والے ستائیس سالہ نوجوان (تعلیم بی ایس سی) کے لئے جو تجارت کے پیشے سے وابستہ ہے تعلیم یافتہ اور خوبصورت لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 156

خوبرو سنی مسلمان نوجوان (عمر 27 سال، قد 173 سینٹی میٹر) کے لئے جس کی آمدنی پانچ عدد میں ہے سنی خاندان کی خوبصورت اور غیر ملازم پیشہ لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 159

پٹنہ میں مقیم سنی شیخ خاندان کے گریجویٹ اکلوتے بیٹے (عمر 28 سال، قد 167 سینٹی میٹر) کے لئے جس کی جائداد سے ہونے والی آمدنی پانچ عدد میں ہے شیخ، سید، پٹھان خاندان کی خوبصورت گریجویٹ لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 160

شیعہ خاندان کے اسمارٹ سرکاری ملازمت پیشہ پوسٹ گریجویٹ نوجوان (عمر 27 سال) کے لئے جس کی آمدنی چار ہزار روپے ماہوار ہے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 161

نجیب الطرفین شیعہ سید (عمر 32 سال، قد 5 فٹ 9 انچ) کے لئے جو بایو ٹیکنولوجی میں پی ایچ ڈی ہے اور ساڑھے چار ہزار روپے ماہانہ تنخواہ کے علاوہ چھ عددی زرعی آمدنی کا بھی مالک ہے۔ تعلیم یافتہ شیعہ سید لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکا یو ایس اے جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 162

معزز خاندان کے پی ایچ ڈی (علیگ) لکچرر (عمر 30 سال قد 5 فٹ نو انچ) کے لئے خوبصورت تعلیم یافتہ لڑکی سے رشتہ درکار ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 163

سنی مسلم ایم ایس ڈاکٹر (عمر 31 سال، قد پانچ فٹ نو انچ) کے لئے جو ڈاکٹری کے پیشے میں جما ہوا ہے سید شیخ یا اس کے مساوی خاندان کی خوبصورت ڈاکٹر لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 164

خوبصورت وصحت مند پوسٹ گریجویٹ (عمر 29 سال، قد 180 سینٹی میٹر) کے لئے سنی خاندان کی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکا ذاتی انسٹی ٹیوٹ چلاتا ہے اور اس کے برادران وکالت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ بشرط واپسی تصویر اور تفصیل ارسال کریں۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 165

ہندوستانی نژاد کمپیوٹر سائنٹسٹ (عمر 24 سال، قد 169 سینٹی میٹر) کے لئے تعلیم یافتہ گھریلو لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 157

سنی مسلم اسمارٹ خوبرو وطویل قامت (عمر 31 سال) سرکاری ملازم پانچ عدد میں تنخواہ پانے والے شخص کے لئے کانونٹ کی تعلیم یافتہ لمبے قد کی خوبصورت لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 166

علی گڑھ کے تعلیم یافتہ سنی سید گریجویٹ انجینئر (عمر 30 سال، قد 178 سینٹی میٹر) مرکزی حکومت میں ملازم کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ بشرط واپسی تصویر مع دیگر تفصیلات فراہم کریں۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 167

معقول بزنس سے وابستہ سنی انصاری خاندان کے فرد عمر 25 سال، قد 5 فٹ 8 انچ، آمدنی پانچ ہزار کے لئے دلکش مذہبی رجحان رکھنے والی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ سعودی عرب میں اونچی تنخواہ پانے والے حیدرآبادی فارمیسٹ (عمر 26 سال، قد 176 سینٹی میٹر) کے لئے خوبصورت مذہبی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 171

شرح اشتہار

اس کالم کے تحت شائع ہونے والے اشتہار کی شرح حسب ذیل ہے۔

اندرون ملک فی اشتہار	100 روپے
بیرون ملک فی اشتہار	10 امریکی ڈالر

اشتہارات کی اشاعت کے جواب میں آنے والے خطوط ہم پوری مستعدی سے بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک آپ کی خدمت میں ارسال کردیتے ہیں۔

اشتہار کے ساتھ مطلوبہ رقم "ملی ٹائمز انٹرنیشنل" کے نام بذریعہ ڈرافٹ پیشگی آنا ضروری ہے۔

خلیج جائیے

URGENTLY WANTED

1 (ONE) MECHANICAL ENGINEER

B.S.M.E. + minimum 6 years experience

- Must have worked with seawater cooling area with experience in dismantling and installation of heavy pumps with capacity of 10.5 CU.M. / seconds.

If you fit the above descriptions, please send your bio data immediately to:

PROJECT MANAGER

P.O. Box 244, Jubail 31951 / Fax: 341-1043

SALES EXECUTIVES

University Degree in Business (Sales).
3 years minimum experience in Sales.
Ability and the personality to deal with Customers.
Top Management.
Fluent in English, Arabic highly desirable.

Interested candidates fax or send detailed C.V. to:

P.O.Box 62812, Riyadh 11595.
Fax No. (01) 462 3812

JOB OPPORTUNITY

ACCOUNTANT

QUALIFICATIONS: CERTIFIED PUBLIC ACCOUNTANT

EXPERIENCE: 5 TO 7 YEARS EXPERIENCE IN MANUFACTURING FIRM. MUST BE COMPUTER LITERATE. AGED BETWEEN 25 - 35. FLUENT IN ENGLISH & ARABIC.

Send your detailed C.V. to:

THE GENERAL MANAGER, P.O. Box 10432, Jubail 31961, K.S.A.

Islamic Computing Center

Pioneer Electronic Publishers of Islamics

A Revolution in Islamic Learning Software

Put Shelves of Islamic Reference at Your Desktop

WinQur'an

Available for:
- WINDOWS
- MACINTOSH
- DOS

- Full Translations by Abdullah Yusuf Ali & Mohammad M Pickthall
- Arabic Text (Optional)
- Simple and Advanced Searching of Ayaat
- Printing, Saving and Exporting
- Now with Sound of Tilawah
- only 4 Mb Disk space taken
- Sound files take up to 10 Mb

Only $ 79.00

WinHadith

الحديث

Available for:
- WINDOWS
- MACINTOSH
- DOS

- Nearly 10 000 full English meanings of Ahadith

Books Included:
- Sahih Al-Bukhari
- Sahih Muslim
- Al Muwatta
- Abu Dawud
- Mishkat Al-Masabih
- Standard Searching, Printing, Saving & Exporting features

Only $ 79.00

Islamic LawBase

الشريعة

Available for:
- WINDOWS
- Macintosh
- DOS

- Over 5000 pages from five major Islamic legal resources

Books Included.
- Fiqhus Sunnah Muwatta
- Hedaya Al-Marghinani
- Majallat al-Ahkam
- Risala al-Qairawani
- Advanced searching for words, subjects
- Requires 25 MB Disk space

Only $ 79.00

Introductory Offer: Order all three Softwares for just **Rs 5000.00**

System Requirements
- Windows 3.1 with 2MB Ram, 5 - 45 Mb Hard disk
- For Mac System 7.0 and above 5 - 45 Mb Disk space
- DOS 3.3 and above 10 - 50 Mb Disk space

Helpline and Technical Support

INTERNET: BARKATULLA@LAMP.AC.UK
100010.423@COMPUSERV.COM

In INDIA contact:

Nafei Urban Coop Credit Society
288 Baitul Ansar Samad Nagar,
Kanery Bhiwandi 421302
Tel:(02522) 27653 / 21948

73 St. Thomas's Road LONDON N4 2QJ (U.K.) (0044) 171-359 6233 Fax (0044) 171- 226 2024

Urgently required for a leading manufacturing company:

1) Purchasing co-ordinator
2) Material controller

— Both to be university graduate (commerce/engineering) with
— Sufficient experiences in purchasing and warehousing.
— Well versed with computer usage, fluent Arabic and English
— (Other languages are plus).

Call Tel: 4985566 Ext. 153 Between (5:00-8:00 pm).
Send Your C.V. By Mail (P. O. Box 41270 Riyadh 11521)

A LEADING CONTRACTING COMPANY REQUIRES THE FOLLOWING PERSONNEL

QUANTITY SURVEYOR
Civil Engineering Degree plus 10 years experience most of which as Quantity Surveyor

DRAFTSMAN/CAD OPERATOR
Engineering Degree or Diploma plus 10 years experience in related field

SENIOR ACCOUNTANT
Certified Accountant (CPA, CA) plus 5 years experience to include familiarity of computerised spread sheets & accounting analysis systems

Please mail your CV with relevant supporting documents and a recent photograph to:
D.J.G., P.O. Box 1864, Riyadh 11441

A LEADING FIVE STAR HOTEL REQUIRES THE FOLLOWING PERSONNEL

1. **PAINTERS**
2. **CARPENTERS**
3. **TILER/MASON**
4. **PLUMBER**

(For position 1 - 4 the candidates should have 5 years of work experience at any 5 star Luxury Hotel or Hospital Industry.

5. **AC & REF. TECHNICIAN**
Diploma with 5 years experience in HVAC. at a 5 star Luxury Hotel or any HVAC maintenance.

6. **ELECTRONICS TECHNICIAN**
Diploma with 5 years experience in repairs of CATV. Audio & Video Systems at a 5 star Luxury Hotel or any electronics maintenance company.

7. **GENERAL MECHANIC**
Diploma with 5 years experience in repairs of kitchen/laundry equipments, pumps, steam boilers, & all mechanical equipments at a 5 Star Luxury Hotel or Hospital.

8. **LAB TECHNICIAN**
BSc. with at least 5 years experience in water treatment at a 5 Star Hotel or any water treatment laboratory.

9. **ELECTRICIAN**
Diploma with 5 years experience at a 5 Star Luxury Hotel or any maintenance company.

Candidates should apply in person or mail complete Bio-Data with copies of qualification and experience certificates within Three (3) weeks from the date of this publication.

Director of Human Resources
P.O.Box 14315, Jeddah 21424
Saudi Arabia

اسلام کے سایے میں پروردہ انسان یہ نہیں بھولتا کہ

وہ زمین پر اللہ کا نائب اور خلیفہ بنا کر بھیجا گیا ہے

اسلام ایسا آفاقی پیغام ہے جو متوازن و متکامل شخصیت کے حامل انسان کی کردار سازی پر قادر ہے یعنی ایسا انسان جو زمین پر رہ کر آسمان میں اپنی منزل تلاش کرتا ہے۔ حقیقی دنیا کے تجربے سے آشنا ہو کر مثالی دنیا پر نگاہیں مرکوز رکھتا ہے۔ حصول دنیا کی تگ ودو میں آخرت کو یاد رکھتا ہے، مال جمع کرتا ہے لیکن یوم حساب کے خیال سے بیگانہ نہیں ہوتا۔ اپنا حق ضرور طلب کرتا ہے پر اپنے واجبات کی ادائگی سے غافل نہیں ہوتا۔ مخلوق سے تعامل کے دوران خالق کو فراموش نہیں کرتا۔ ماضی پر فخر ومباہات کا اظہار کرتا ہے مگر حال و مستقبل سے آنکھیں نہیں چراتا۔ اپنی اصلاح کرتا ہے تو دوسروں کی اصلاح کو بھی پیش نظر رکھتا ہے، خود ہدایت پاتا ہے اور دوسروں کو سیدھی راہ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ غرضیکہ وہ ہمیشہ لوگوں کو فلاح وخیر کی طرف بلاتا ہے اور اس طرح اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کی محافظت کرتے ہوئے اپنے کردار و عمل سے سورہ عصر میں ارشاد باری کی تعبیر پیش کرتا ہے۔

شخصیت کے توازن کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں بھی توازن واعتدال ہوگا جس کے طفیل نہ وہ فارغ البالی میں خود سر ہوگا اور نہ تنگدستی میں بے صبر، نہ فتح اسے مغرور بناتی ہے نہ شکست اس کی ہمت کو پسپا کرتی ہے۔ نہ نعمتیں اسے عیش کوش بناتی ہیں نہ مصیبتیں اس کے ارادوں کو متزلزل کرتی ہیں۔ اسے ہر حال میں اطمینان قلب کی دولت نصیب رہتی ہے یہاں تک کہ جب امید کے سارے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں تب بھی وہ مایوس ہونا نہیں جانتا اور اللہ کے اس وعدے پر اس کا یقین مزید پختہ ہو جاتا ہے کہ عسرت کے بعد فارغ البالی، تاریکی کے بعد روشنی اور رنج کے بعد مسرت ہے۔ اسے ہر لمحہ اس فرمان الہی کا احساس رہتا ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے مکرم و محترم ٹھہرایا گیا ہے۔ اور اسے روئے زمین پر اللہ عزوجل نے اپنا خلیفہ ونائب بنا کر بھیجا ہے، اسے ملائکہ پر فضیلت دی ہے اور اس کے لئے زمین وآسمان کو مسخر کیا ہے۔ انسان اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے وہ کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور خود اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ اللہ نے اس کی ہدایت کے لئے رسول اکرم صلعم اور اپنی کتاب بھیجی اور اسے اپنے نفس کے معاملات کا مالک و مختار بنایا اب یہ اس کے اختیار میں ہے کہ اپنے نفس کو پاک رکھ کر فلاح وکامرانی سے دامن بھر لے یا اسے آلودہ کر کے اپنی رسوائی کا سامان کر لے۔

یہ انسان ایسا ہوگا جسے اسلامی عبادات نے اس طرح صیقل کر دیا ہوگا کہ وہ کاہنوں کے دام فریب میں کبھی نہ آئے گا بلکہ براہ راست اللہ سے ربط وتعلق قائم کرے گا جس کا ذریعہ اس کی صوم وصلوہ کی پابندی ہے، تقوی اور اس کے متعلقہ ارکان کی ادائیگی ہے۔

متوازن انسان اللہ کی ودیعت کردہ فطرت کا احترام کرتا ہے جو مرد اور عورت کے درمیان جنسی امتیاز اور فرق کو روا رکھتی ہے کہ اس میں بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ وہ اس فطرت کو اس طرح مسخ نہیں کرتا کہ عورت نقالی کرنے لگے مرد کی اور مرد عورت کی نقل کرے۔ اس زندگی میں دونوں کے مخصوص اعمال ووظائف ہیں اور اس کے مطابق آخرت میں دونوں کی جزا بھی مقرر ہے۔ سورہ آل عمران میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

"میں تم میں سے کسی کے عمل کے اجر کو ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت"

عورتوں کا تشبہ اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کا تشبہ اختیار کرنے والی عورتوں پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔ ماں، بیٹی بیوی کی حیثیت سے اور انسانی معاشرے کے فرد کی حیثیت سے بھی اللہ عورت کا احترام کرتا ہے۔ اللہ کے احکام پر کاربند انسان زمین پر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلتا پھرتا ہے اور زراعت، صنعت وحرفت اور کوئی جائز وحلال کام کر کے اپنا رزق حاصل کرتا ہے یعنی کہ اس کی سرگرمیاں کارزار حیات میں اپنی کامرانی کے لئے ہوتی ہیں گویا کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا لیکن وہ اس کے ساتھ ہی اپنی آخرت کا سامان بھی کرتا رہتا ہے کہ گویا کل ہی موت سے ہم آغوش ہو جائے گا۔ اللہ کے بنائے ہوئے حسن وزینت کے مظاہر اور اس کے بخشے ہوئے اچھے رزق میں سے کسی شئے سے وہ خود کو محروم نہیں رکھتا اور اپنی خرید وفروخت کی مصروفیات میں اللہ کے ذکر، نماز وعبادات کی پابندی اور زکوہ کی ادائیگی کو فراموش نہیں کرتا، وہ اللہ کے ذکر کی طرف لپکتا ہے اور اس کے شعائر کی ادائیگی کر کے اس کے فضل ورحمت کی طلب کے ساتھ وہ پھر اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہوتا ہے۔ اس کے دین اور دنیا میں کوئی تضاد نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ زمین کو آباد کرنے کو عبادت سے تعبیر کرتا ہے، کسب معاش کی جد وجہد کو مقصد سمجھتا ہے اور دنیاوی اعمال میں کمال پیدا کرنے کو فرض کا درجہ دیتا ہے۔ اللہ تعالی نے ہر چیز میں احسان پیدا کرنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے جو عمل بھی کرتے ہیں اس میں احسان وکمال کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہیں اور اللہ تعالی احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہ وہ متوازن انسان ہے جس کی روحانی آبیاری توحید خالص کے عقیدے سے ہوتی ہے ایسا عقیدہ جس کے ذریعہ وہ اسلام اور کفر وشرک میں تمیز کرتا ہے۔ وہ اللہ کو بت پرستانہ مشابہتوں سے متصف نہیں کرتا اللہ کی ذات میں کسی اور کو شریک نہیں کرتا۔ وہ صرف وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی جانب اسلام نے اہل کتاب کو متوجہ کیا ہے۔ اس عقیدہ توحید سے عقیدہ جزا بھی وابستہ ہے یعنی اس دن کا یقین جب اچھے برے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

یہ انسان ایسا ہوگا جسے اسلامی عبادات نے اس طرح صیقل کر دیا ہوگا کہ وہ کاہنوں کے دام فریب میں کبھی نہ آئے گا بلکہ براہ راست اللہ سے ربط وتعلق قائم کرے گا جس کا ذریعہ اس کی صوم وصلوہ کی پابندی ہے، تقوی اور اس کے متعلقہ ارکان کی ادائیگی ہے۔ یہ وہ انسان ہے جس کے لئے شریعت اسلامی نے ایسی صحت مند فضا فراہم کی ہے کہ اس میں اس کا شعور پروان چڑھتا ہے اس کی خصوصیات کو جلا ملتی ہے اور اس کے اوصاف کا ارتقاء ہوتا ہے۔ غرضیکہ دنیا وآخرت دونوں جگہ بندوں کے مفادات ومصالح کا تحفظ ہوتا ہے۔

حج اور عمرہ میں سر کے بال کٹوانے کی اہمیت وفضیلت

فقہی سوال اور ان کے جواب

سوال: عمرہ اور حج میں سر کے بال کٹوانے کی کیا اہمیت و فضیلت ہے۔ وہ شخص جس کے سر پر قدرتی طور پر کوئی بال نہ ہو یا سارے بال جھڑ چکے ہوں اسے اس حالت میں کیا کرنا چاہئے۔

جواب: حج اور عمرہ کے ارکان میں سے ہے کہ آدمی اپنا سر مونڈے یا بال کاٹے۔ کاٹنے کی صورت میں سر کے کسی بھی حصہ سے کم از کم چند بال ایک دو سنٹی میٹر تک کاٹے جائیں۔ عورتیں اپنے سر کے بال کی کوئی بھی چھوٹی سی لٹ کاٹیں۔ تاہم یہ مسلمہ امر ہے کہ کاٹنے کے مقابلے میں سر مونڈنا افضل ہے۔ اس کی فضیلت کا اندازہ رسول اکرم صلعم کی اس دعا سے واضح ہے کہ "اے اللہ تو ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرما جنھوں نے اپنے سر مونڈ رکھے ہیں" اور اس کے بعد حضور صلعم نے اپنے بال کاٹے۔

وہ شخص جس کے سر پر بال ہی نہ ہو یعنی گنجا ہو اس کے لئے دوسرا حکم ہے۔ اسے عام افراد کی طرح اس رکن کی ادائیگی کرنی ہے وہ استرے کو اپنے سر پر اس طرح پھیرے گویا کہ مونڈ رہا ہے۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ رکن واجب ہے تو اس کی تکمیل حج اور عمرہ کرنے والے ہر شخص پر واجب ہے۔ اس واجب کی ادائیگی سے فراغت کا مطلب ہے حالت احرام سے باہر آنے کی اجازت۔ اگر کوئی شخص معقول سبب سے اپنا سر مونڈنے یا بال کاٹنے سے قاصر و معذور ہو مثلاً بعض طبی وجوہ سے تو وہ اس کمی کا ازالہ ایک بکرے کی قربانی کر کے اس کا گوشت جوار حرم میں محتاجوں کو تقسیم کر کے کر سکتا ہے۔ اس قربانی کے گوشت میں کسی بھی مقدار کو نہ وہ خود اور نہ ہی اس کے اہل خاندان اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔

وہ شخص جس کے سر پر بال ہی نہ ہو یعنی گنجا ہو اس کے لئے دوسرا حکم ہے۔ اسے عام افراد کی طرح اس رکن کی ادائیگی کرنی ہے وہ استرے کو اپنے سر پر اس طرح پھیرے گویا کہ مونڈ رہا ہے۔ اس علامتی عمل کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر اس کے سر پر بال ہوتے تو وہ ضرور مونڈتا۔ اس سے حکم خداوندی کی تعمیل کے جذبے کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔

کیا آپ گٹھیا کی تکلیف سے پریشان ہیں

مرغ کی ہڈی جوڑوں کے درد کا بہترین علاج ہے

طبی تجربات سے آشکار ہوا ہے کہ مرغ اور دیگر حیوانات کی ہڈیوں کے سروں کو ڈھکنے والا مادہ جیسے کولاجین ٹائپ 2 گٹھیا کی قبیل کے امراض سے جوڑوں میں پیدا ہونے والے درد کو کافی کم کر دیتا ہے۔ لندن کے جن اسپتالوں میں اس موضوع پر تحقیق جاری ہے ان میں ایک کنگ کالج بھی ہے۔

> جوڑوں میں درد کو ایسا مرض سمجھا جاتا ہے جو جراثیم کے اثرات کو مارنے میں انسانی جسم کی قوت مدافعت کی کمزوری و ناکامی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے اور جو ٹشو گٹھیا کے درد کے حملے کے سامنے سینہ سپر ہوتا ہے وہ وہی انڈے کی سفیدی جیسا چکمدار مادہ ہے۔ جو جوڑوں کے سروں پر لعاب کی شکل میں ہوتا ہے۔

جوڑوں میں درد کو ایسا مرض سمجھا جاتا ہے جو جراثیم کے اثرات کو مارنے میں انسانی جسم کی قوت مدافعت کی کمزوری و ناکامی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے اور جو ٹشو گٹھیا کے درد کے حملے کے سامنے سینہ سپر ہوتا ہے وہ وہی انڈے کی سفیدی جیسا چکمدار مادہ ہے۔ جو جوڑوں کے سروں پر لعاب کی شکل میں ہوتا ہے۔ کولاجین ٹائپ 2 اس مادے کا جزو اعظم ہے۔

عام کولاجین انسانی جسم کے اندر اہم فعل انجام دیتا ہے۔ یہی چیز ایسے مربوط ٹشو کی تشکیل کرتی ہے جو جسم کے اعضاء کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھتے ہیں لیکن کولاجین ٹائپ 2 صرف جوڑوں پر پایا جاتا ہے۔ لندن کے ایک اسپتال میں جہاں اس مادے پر تحقیق چل رہی ہے وہاں کے ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ گٹھیا کے درد میں مبتلا بعض مریضوں پر کولاجین ٹائپ 2 کا غیر معمولی اثر ظاہر ہوا ہے اور ایسے بھی معاملات سامنے آئے ہیں جن میں کسی طرح کا اثر رونما نہیں ہوا۔

ان دلالتوں کی بنیاد پر Oral Tolerisation کا طریقہ ایجاد کیا گیا ہے۔ اس طریقے کے تحت مریض کو کولاجین ٹائپ 2 پلا دیا جاتا ہے۔ جب یہ مادہ ہضم ہو کر آنتوں کے راستے خون میں حل ہو جاتا ہے تو اس کا تعامل مدافعی نظام سے مختلف صورتوں میں ہونے لگتا ہے۔ جہاں تک انجکشن کے ذریعہ مریض کے جسم میں کولاجین ٹائپ 2 پہنچا کر نتائج حاصل کرنے کا سوال ہے تو اس میں مقابلتاً زیادہ وقت درکار ہوگا۔ جوڑوں کے اس درد پر قابو پانا بہت ضروری ہے کیونکہ انسان اپنی غذا میں جو پروٹین جسم میں پہنچاتا ہے ان کا ہی اثر مدافعتی نظام قبول کرتا ہے۔ اس لئے Oral Tolerisation کے علاج کی فکری بنیاد یہی ہے کہ مریض کو ایسے پروٹین کھلائے جاتے ہیں جو منہ کے مدافعتی نظام کی کارکردگی کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

امریکہ میں جانوروں پر کامیابی کے ساتھ یہ تجربہ کرنے کے بعد اب اس کا آغاز انسانوں پر بھی کیا گیا ہے اور ایک کمپنی نے کولاجین ٹائپ 2 کی فراہمی کا کام شروع کر دیا ہے اور اس سمت میں اپنے تجربات کی کامیابی کا اعلان بھی کیا ہے۔

برطانیہ اور امریکہ کے علاوہ جرمن میں بھی یہ تجربات ہو رہے ہیں اور جب یہ پوری طرح ثابت ہو جائے گا کہ یہ علاج کارآمد ہے تو اس سے بہت سے فائدے حاصل کئے جاسکتے ہیں مثلاً یہ کہ کولاجین ٹائپ 2 میں کوئی مضر اثرات نہیں ہیں اور اسی لئے اسے لمبی مدت کے لئے بھی بغیر کسی ضرر کے کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ شدید تکلیف کی حالت میں لگائے جانے والے انجکشنوں اور مضر ادویات کے استعمال سے نجات مل جائے گی۔ ابھی تک تو تکلیف سے راحت پانے کے لئے عجیب طرح کے مادے جسم میں داخل کرنے پڑتے ہیں لیکن کولاجین ایسا مادہ ہے جو روزانہ غذا کے ہمراہ جزو بدن بنتا ہے۔ دیگر طریقوں میں ایک خرابی یہ بھی تھی کہ دوا کی متعینہ مقدار کا صحیح اندازہ نہ ہونے کی صورت میں مریض کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تھا۔ لیکن کولاجین ٹائپ 2 کے ساتھ ایسا کوئی احتمال نہیں ہے

لاکھوں یہودیوں کا قاتل ہٹلر خود یہودی تھا؟

تاریخ کے ایک جرمن عالم پروفیسر ایچ دوٹیگٹ نے دعوی کیا ہے کہ لاکھوں یہودیوں کا قاتل ہٹلر آدھا یہودی تھا۔ پروفیسر دوٹیگٹ جو حال ہی میں کلکتہ کے دورے پر آئے تھے یہ دعوی بھی کیا کہ ہندوستان میں مقبول عام تصور کے برخلاف ہٹلر کو نیتاجی سبھاش چندر سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔

ہٹلر کے حسب و نسب پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر دوٹیگٹ نے کہا کہ ہٹلر کی دادی مسز شیکل گروبر ایک یہودی تاجر کے ہاں ملازمہ تھیں۔ اسی ملازمت کے دوران ان کے اپنے یہودی مالک سے جنسی تعلقات ہوگئے جس کے نتیجے میں انہوں نے ایک بچے کو جنم دیا جو بعد میں چل کر ہٹلر کا باپ بنا۔ 42 سال کی عمر میں ہٹلر کے باپ کو اس کے دادا کے بھائی نے اپنا بیٹا بنالیا اور اس کا نام شیکل گروبر سے بدل کر ہٹلر رکھ دیا۔ ماہرین نفسیات کے مطابق ہٹلر کی یہود دشمنی ایک طرح سے خود اپنی ذات سے دشمنی تھی۔ مگر پروفیسر دوٹیگٹ کا کہنا ہے کہ ہٹلر کو ایک یہودی طوائف سے تعلق کی وجہ سے جنسی نفسیاتی بیماریاں ہوگئی تھیں۔ اور یہودیوں کا قتل اسی بیماری کا انتقام تھا۔

پروفیسر دوٹیگٹ نے مزید دعوی کیا کہ نیتاجی سبھاش چندر بوس کا جنگ عظیم ثانی کے دوران ہٹلر نے کسی گرم جوشی سے استقبال نہیں کیا تھا۔ پروفیسر کے مطابق ہوسکتا ہے کہ جرمنی کی وزارت خارجہ نے نیتاجی کو برطانیہ کے خلاف لڑنے پر مبارکباد دی ہو یا مدد کا وعدہ کیا ہو، لیکن ہٹلر کا اپنا نقطۂ نظر بالکل مختلف تھا۔ ہٹلر دراصل نیتاجی سے ملنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ پورے ایک سال انتظار کرنے کے بعد ہٹلر نے نیتاجی سے 27 مئی 1942 کو ملاقات کی۔ اس ملاقات میں گفتگو کے بعد دونوں رہنماؤں نے محسوس کیا کہ ان کے خیالات ایک دوسرے سے کافی مختلف تھے۔ دراصل ہٹلر نسل پرست تھا اور ہندوستان اور اہل ہندوستان کے متعلق اس کا رویہ غیر انسانی اور ہتک آمیز تھا۔ نیتاجی نے ہٹلر کو آگاہ بھی کردیا تھا کہ اس کا سنگی رویہ خود جرمنی کے حق میں نقصان دہ ہوگا۔ مگر ہٹلر نے ان کی ایک نہ سنی اور الٹا مشورہ دیا کہ وہ جاپان جاکر امداد وتعاون کے طالب ہوں۔ آخر میں اس نے نیتاجی سے یہ بھی کہا کہ ہندوستان کے لئے ہمارا راستہ روس کی لاش ہی سے گزرے گا۔

> پروفیسر دوٹیگٹ نے کہا کہ ہٹلر کی دادی مسز شیکل گروبر ایک یہودی تاجر کے ہاں ملازمہ تھیں۔ اسی ملازمت کے دوران ان کے اپنے یہودی مالک سے جنسی تعلقات ہوگئے جس کے نتیجے میں انہوں نے ایک بچے کو جنم دیا جو بعد میں چل کر ہٹلر کا باپ بنا۔

بقیہ اسلامی دہشت گردی کے نام پر

اور دوسرے جب پانچویں دہائی میں سینٹر مکارتھی نے "سرخ خطرہ" کے نام پر کمیونسٹوں اور ان کے ہمدردوں کا پیچھا کرنا شروع کیا اور خوفناک تفتیشی حملے چل پڑے۔ پالیوڈ میں اپنے ساتھیوں کے خلاف جاسوسی کرنے والے ایجنٹوں میں سابق صدر ریگن بھی تھے۔

اور اب تیسرا حملہ "عالمی دہشت گردی" اور اسلامی انتہاپسندی کے نام پر مسلم امریکی شہریوں کے خلاف شروع ہوا ہے۔ اس موقع پر امریکی انتظامیہ کی یہودی لابی کی غلامی اور عرب حکام کے دباؤ کو قبول کرنے سے خود امریکہ کی شکل ایسی عرب حکومتوں جیسی بن رہی ہے جہاں نہ قانون کی بالادستی باقی ہے نہ آزادیوں کا احترام۔ موجودہ انتظامیہ نے اپنی داخلی وخارجی پالیسیوں سے ثابت کردیا ہے کہ ایک طویل مدت کے بعد یہ بدترین انتظامیہ برسر اقتدار آیا ہے۔ نمبر ایک مفاد پرست کلنٹن اور مسلمانوں کے تئیں کینہ پرور کرسٹوفر کو جب مارٹن انڈکس (سابق مشیر برائے امور مشرق وسطی اور قومی امن اور اسرائیل میں موجودہ امریکی سفیر) جیسے یہودی مشیر کار ملے تو ایک جانبدارانہ سیاسی ماحول بنا، پھر عرب حکام کی دہائیاں کہ نہ صرف اندرون ملک اسلامی رجحان کا گلا گھونٹنے کے ان کے اقدامات کی تائید ومدد کی جائے بلکہ تمام دنیا میں اس رجحان پر قدغن لگائی جائے نے آگ پر پٹرول کا کام کیا۔ ان حالات نے فرانس، بلجیم، برطانیہ، امریکہ، روس سے لے کر دنیا میں ہر جگہ اسلام ومسلمانوں کے خلاف رجحان کو تقویت دی۔ ہم کو جذباتی اشتعال، پر جوش تقریروں اور کھوکھلی دھمکیوں کے بجائے ان تمام حالات پر سمجھ بوجھ سے غور کرنی چاہئے تاکہ ایسی سوچی سمجھی حکمت عملی تیار ہو جو حالات کے مطابق ہر جگہ ہر مسئلہ سے مناسب طریقہ پر نپٹے۔

نئی کتابیں

تعدد ازدواج یعنی......

بے حیائی اور جنسی امراض سے تحفظ کی ضمانت

اسلام کے سایہ عاطفت میں عورت اپنے حقوق وواجبات سے روشناس ہوئی۔ اسے اپنے مال ومتاع میں تصرف اور اپنی مرضی سے شریک حیات

کے انتخاب کی آزادی نصیب ہوئی اور اس کی بکاؤ مال جیسی حیثیت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور اسلام ہی کے سائے میں یہ بھی ہوا کہ عورت نے دین کی راہ میں جہاد کیا، ارباب کفر وشرک سے محفوظ رہنے کی غرض سے ہجرت اختیار کی اور میدان جنگ میں بھی اتری۔ یہ وہ تصویر ہے جو ایک صحافی مامون غریب نے اپنی تازہ ترین تصنیف "مسلمان عورت اور امہات المومنین" میں پیش کی ہے۔

ابتدائی باب میں مصنف نے اسلام سے قبل ایران وروم میں ماتوی ومازدکی اعتقادات اور جزیرہ عرب میں جاہلیت کے زیر اثر عورتوں کی حالت اور مرتبے پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد اسلام کا نور پھیلا اور عورت کو اسے حقوق کی ضمانت دینے والی کتاب قران مجید نازل ہوا جس نے اسے اس کے واجبات وفرائض سے بھی آگاہ کیا۔

> موصوف نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ بوسعادہ میں تعدد ازدواج کا رواج تھا وہاں تین چیزیں نہیں پائی گئیں۔ غیر شادی شدہ عورتیں، گری پڑی عورتیں اور پوشیدہ امراض اور جب تعدد ازدواج پر پابندی لگنی شروع ہوئی تو یہ تینوں چیزیں سر ابھارنے لگیں۔

دور نبوت میں عورتوں کی حالت سے بحث کرتے ہوئے مامون غریب نے بہت سی مسلمان عورتوں کی مثالیں پیش کی ہیں جن میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ سلمی بنت قحطان بھی ہیں جنھوں نے جنگ احد میں حضور اکرم صلعم کے ساتھ کفار سے جنگ کی تھی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی صفیہ، ان کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ

> مصنفین ومرتبین، اشاعتی اداروں اور مکتبوں کے ذمہ داروں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر آپ اپنی کتابوں پر تبصرہ کروانا پسند کریں تو "ملی ٹائمز انٹرنیشنل" کے صفحات حاضر ہیں۔ موصول ہونے والی کتابوں کا اندراج بھی اسی صفحہ پر کیا جائے گا۔ تبصرہ کے لئے دو عدد کتاب بھیجنا ضروری ہے۔ (ادارہ)

عنہا ہیں سب نے دین کی راہ میں جہاد کیا اور دعوت دین کا علم بلند رکھا۔ دور نبوت میں مسلمان عورتیں فجر کی نماز رسول کریم صلعم کے پیچھے ادا کرتی تھیں۔ ان کی ایک مجلس منعقد ہوتی تھی جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استفسارات کے جوابات دیتے تھے اور وعظ ونصیحت فرماتے تھے۔ اس مجلس میں امہات المومنین بھی موجود ہوتی تھیں۔ عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی تھیں جو احادیث رسول یاد کرنے میں سب سے تیز تھیں۔

اسلام نے عورت کو وقار بخشا اس کی ناموس کی حفاظت کی ضمانت اور رشتہ ازدواج کو تقدس سے ہمکنار کیا۔ رسول صلعم نے نکاح کی ترغیب دی اور یہ ہدایت فرمائی کہ عورت خود کو پردے میں رکھے اور اپنی زینت کو مخفی رکھے ایسے لباس نہ پہنے جس سے جسم کے خطوط جھلکیں یا نمایاں ہوں۔ رسول اکرم صلعم نے ازدواجی اور معاشرتی زندگی کے آداب بھی مقرر فرمائے مرد کو بیوی کے ساتھ لطف وکرم کے برتاؤ سے اس کی توجہ اپنی طرف مائل کرنے کی تلقین کی اور اسی لئے ایک موقع پر فرمایا کہ لوگوں میں سے کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل خاندان کے ساتھ سب سے زیادہ لطف وکرم سے پیش آتا ہو۔

تعدد ازدواج کی حکمت سے متعلق مصنف نے ڈاکٹر عبدالحلیم کے حوالے سے الجزائر کے شہر بوسعادہ میں ایک عرصے تک مقیم فرانسیسی ادیب ایتین ڈینہ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ موصوف نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ بوسعادہ میں تعدد ازدواج کا رواج تھا وہاں تین چیزیں نہیں پائی گئیں۔ غیر شادی شدہ عورتیں، گری پڑی عورتیں اور پوشیدہ امراض اور جب تعدد ازدواج پر پابندی لگنی شروع ہوئی تو یہ تینوں چیزیں سر ابھارنے لگیں۔

محصور یہودی گوریلاؤں نے ہتھیار ڈالنے کے بجائے خودکشی کو ترجیح کیوں دی!

صیہونی ذہنیت کا تجزیہ کرنے والی ایک قابل مطالعہ کتاب

ڈاکٹر عبدالوہاب مسیری ایک عرب ادیب ہیں۔ انہوں نے جدید مغربی تہذیب اور صیہونی تنظیموں کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ حال ہی میں ان کی ایک نئی کتاب منظر عام پر آئی ہے جس میں یہودیوں اور ان کے انداز فکر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

دو سو ستر صفحات پر مشتمل اس کتاب میں جس کا عنوان

"Clandestine Societies in the World : Masonic and Bahai Protocols"

ہے مصنف نے بعض پیچیدہ سوالات کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ سوالات کچھ اس طرح کے ہیں کہ یہودیوں، بہائیوں اور فری میسنوں میں آپس میں کیا ربط وتعلق ہے۔ یہودی کس طرح پوری دنیا میں باعظمت قوم بننے کے لئے کوشاں ہیں۔ صیہونی ہنرمندی میں کس حد تک حقیقت ہے۔ کیوں ایک قلع میں محصور یہودی گوریلاؤں نے رومیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے بجائے خودکشی کو ترجیح دی۔ ذرائع ابلاغ کس طرح یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ امریکی صیہونی لابی اور دیگر ممالک میں ان کا دائرہ اثر کس قدر وسیع اور انہیں کتنی شہرت حاصل ہے۔ ان تمام باتوں کے جواب میں مصنف نے روایتی انداز کی پہلے سے کہی گئی باتوں کو دہرایا نہیں ہے۔ اس کے بجائے انہوں نے ان عوامل کا گہرائی سے جائزہ لیا ہے۔ قاری کو مفصل کوائف سے روشناس کرانے کی غرض سے انہوں نے اپنے نتائج کو صیہونی معاشرت اور باہمی سلوک کی مثالوں سے ہم آہنگ کرنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔ مذکورہ بالا تصنیف صرف یہودیوں کا ہی احاطہ نہیں کرتی بلکہ مختلف معلومات جمع کرنے اور شہادتیں قلم بند کرنے کے سلسلے میں تحقیق کی تربیت حاصل کرنے والے افراد کی پوری طرح رہنمائی بھی کرتی ہے۔ اس طرح یہ کتاب نہ صرف یہودیوں کی زندگی اور صیہونی مسائل کا جائزہ ہی نہیں لیتی ہے بلکہ انسانی فہم وادارک کے مطالعے میں دلچسپی رکھنے والوں کو ایک دائرہ کار بھی فراہم کرتی ہے۔

پچاس صفحات کے تعارف میں زیر نظر مطالعے کے طریقہ کار اور اس سے متعلق نظریے سے آگاہ کراتے ہوئے مصنف نے باقی ابواب میں صیہونی تنظیموں کی مختلف مثالوں اور معاملات کا تطبیقی مطالعہ کیا ہے۔ اس سے پہلے بھی ڈاکٹر مسیری صیہونیت اور تاریخ تہذیب پر کئی کتابیں تصنیف کرچکے ہیں۔ ان کی تحقیقی کاوشوں میں "نظریہ صیہونیت" "یہودیت اور صیہونیت پر ایک انسائیکلو پیڈیا بھی شامل ہے جس کی تیاری میں انہوں نے 15 سال صرف کئے۔

آپ کی الجھنیں

گھر چھوڑنے کے بجائے آپ اپنی والدہ کے دل میں اللہ کے خوف کا احساس پیدا کریں

> اگر آپ کسی الجھن میں مبتلا ہیں یا کسی اہم مسئلے پر فیصلہ نہ لینے کی پوزیشن میں ہیں جس سے آپ کی زندگی کا سکون درہم برہم ہوگیا ہے تو آپ فوری طور پر ہمیں اپنے مسائل سے آگاہ کریں۔ ہم اس کالم میں آپ کی نفسیاتی الجھنوں کو دور کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔ (ادارہ)

سوال: میری ماں اللہ کے دین سے نابلد ہے۔ بدزبان ہے اور میرے والد اور بھائیوں کا بالکل لحاظ نہیں کرتی وہ مجھ پر ایسے الفاظ کے ساتھ لعن طعن کرتی ہے اور لوگوں کے سامنے ذلیل کرتی ہے کہ اس پر مجھے شدید غصہ آتا ہے۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ گھر چھوڑ دوں کہ شاید اس عذاب سے نجات پاسکوں۔ امید ہے کہ آپ کچھ رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب: کسی مومن کو اس کے کافر والدین اس لئے ستاتے اور لوگوں کے سامنے ذلیل کرتے ہیں کہ اللہ کے احکام کی پابندی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی اس کی واضح ترین مثال اللہ کے نبی حضرت ابراہیم صلعم کا واقعہ ہے۔ ان کے والد کافر تھے وہ اکثر ستاتے تھے اور شقاوت کا برتاؤ کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم اس برتاؤ کے باوجود یہی کہتے تھے "آپ پر سلامتی ہو میں اپنے رب سے آپ کی مغفرت کی درخواست کرونگا بیشک میرا رب مجھ پر مہربان ہے "۔ اور جب سعد بن ابی وقاص نے اسلام قبول کیا تو ان کی ماں نے انہیں ایذائیں دیں کہ وہ دین سے پلٹ جائیں لیکن جتنی ایذائیں بڑھتی گئیں اتنا ہی حق کی راہ میں وہ اور ثابت قدم ہوتے گئے۔

جہاں تک سائل کی والدہ کے بد اخلاق ہونے کا تعلق ہے تو اس کا سبب غصہ کی زیادتی اور دوسروں کی طرف سے غلط فہمی ہے۔ یہ دونوں عادتیں ایسی ہیں کہ اگر دین اور اللہ کے خوف کے غلبہ سے ان پر قابو نہ پایا جائے تو دیگر ایسی عادات پیدا ہوجاتی ہیں جو انسانی اخلاق کو برباد کر ڈالیں۔ سائل کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی والدہ کے راہ راست پر آنے اور خوش خلقی اختیار کرنے کی دعا کریں اور اللہ کے خوف کا احساس ان میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے ساتھ بعض دوسرے طریقے بھی کام میں لائیں کسی ایسے شخص کو ان کے پاس بھیجیں، جو ان کے سامنے وعظ ونصیحت اور ہدایت کی تلقین کرے، انہیں دینی تعلیمات کے کیسٹ پیش کرے جن کو وہ سنیں، ایسی کتابیں پیش کرے جن کا وہ مطالعہ کریں شاید یہ ان کے لئے مفید

> کسی ایسے شخص کو ان کے پاس بھیجیں، جو ان کے سامنے وعظ ونصیحت اور ہدایت کی تلقین کرے، انہیں دینی تعلیمات کے کیسٹ پیش کرے جن کو وہ سنیں، ایسی کتابیں پیش کرے جن کا وہ مطالعہ کریں شاید یہ ان کے لئے مفید ثابت ہو۔

ثابت ہو۔ جہاں تک سوال اس بات کا ہے کہ سائل اپنے والدین کے گھر میں رہنا چھوڑ دے تو اگر اہل خانہ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ گھر سے نکل جانا گھر میں رہنے سے زیادہ مضر تو ثابت نہیں ہوگا۔ ایک بات یاد دلادی جائے کہ بد خلق باپ پر صبر اور اس کے ساتھ خوش معاملگی کا اجر شفیق باپ کی نیکی زیادہ بہتر ہے کیونکہ صبر کے مدارج ہیں جس قدر انسان مشقت اور مصیبت برداشت کرتا ہے اسی قدر اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

Invitation Price Rs. 4/-
16 - 31 May, 1995

The Milli Times International

(India's first International Urdu Weekly)

49, Abul Fazal Enclave, Jamia Nagar, New Delhi-110025 Phone:6827018

R.N.I. No. 57337/94
RGD. DL No.-16036/95

غار حرا سے ایک پیغام

مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی دور بہت دور سے ایک پہاڑی نظر آتی ہے جو ارد گرد کی تمام دوسری پہاڑیوں سے مختلف طلوع کا ایک عجیب سا انداز لئے ہوئے ہے۔ اسی پہاڑی کو اہل عرب جبل النور کے نام سے جانتے ہیں یعنی روشنیوں کی پہاڑی۔ اسی پہاڑی میں وہ تاریخی غار واقع ہے جہاں خدا کے آخری رسول صلعم پر پہلی وحی نازل کی گئی، اور پھر دیکھتے دیکھتے اس پہاڑ سے روشنی کی کرنیں کچھ اس طرح پھیلیں کہ آج دنیا کا ہر پانچواں آدمی اپنے آپ کو اسی روشنی سے منسوب کرتا ہے۔ اور دنیا کے نقشے پر باون ممالک اسی روشنی کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

لیکن یہ تو تصویر کا ایک رخ ہے۔ اس بات کا احساس شاید بہت کم لوگوں کو ہو کہ حرا سے نکلنے والی اس روشنی نے اپنے ماننے والوں کو ایک ایسی ناقابل تسخیر قوتوں میں تبدیل کر دیا تھا کہ صرف چند برسوں کے اندر وقت کے دو بڑے سپر پاور ایران اور روما اسلام کی سیاسی قوت کے سامنے سرنگوں ہو گئے تھے اور پھر مسلسل بارہ صدیوں تک سوائے ان چند ایام کے جب تاتاریوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی اسلام دنیا کے واحد سپر پاور کی حیثیت سے جانا جاتا رہا۔ یہ تو محض 76 سال قبل کا واقعہ ہے جب خلافت کے تار و پود بکھر گئے، اسلامی خلافت کی سرزمین چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اور اس طرح بظاہر قوت اسلامی کی احیاء کا امکان ختم کر دیا گیا۔

حرا کا یہ غار آج بھی مسلمانوں کے لئے ایک مقدس مقام ہے کہ یہیں خدا کے آخری رسول صلعم مدتوں دنیا کو نیا رخ دینے کے سلسلے میں مضطرب، پریشان، خدائی ہدایت کے طالب رہے تھے۔ آج بھی محمد صلعم کے شیدائی اس مقام تک جوق در جوق جاتے ہیں اور کیسے نہ جائیں کہ ان پتھروں کو محمد صلعم کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے۔ جوں جوں غار قریب آتا جاتا ہے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے کہ ذرا سنبھل کر چلئے کہ انہیں پتھروں سے آپ صلعم کے قدم مبارک مس ہوئے ہوں گے۔ پھر بھلا ایسے مقام پر فرزندان توحید کا ہجوم کیوں نہ ہو؟ گو کہ حراء کی زیارت حج کا رکن ہے اور نہ ہی اسے اسلامی شعائر میں کوئی خاص مقام حاصل ہے لیکن عشق کے بھی عجب انداز ہیں اور پھر اس چھوٹے سے غار کو دنیا کی تاریخ بدل دینے کا اعزاز حاصل ہے۔ لیکن سراپا عشق کے اظہار کے باوجود کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مسلمانوں کے ذہن سے حرا کا وہ پیغام اوجھل ہو گیا ہے اور حرا میں آنے والی الٰہی آواز کے لئے ان کے کان تو شاید کھلے ہوں لیکن دل شاید کچھ بند بند سے ہیں۔ جبھی تو حراء کے پیغام کو عام کرنے کے لئے کسی منظم جد وجہد کا اور اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کا داعیہ ان کے اندر پیدا نہیں ہوتا۔

یقیناً آج دنیا کے مسائل انتہائی پیچیدہ ہیں۔ اتنے پیچیدہ کہ انہیں حل کرنے کے لئے کسی نبی کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔ البتہ آخری نبی کے ظہور کے بعد امید کی اگر کوئی کرن تھی تو وہ ان کے پیروکار تھے جنہوں نے حراء کے اس انقلابی پیغام کی بدولت محض چند برسوں میں دنیا کی قیادت سنبھال لی تھی۔ لیکن اب جب وہ تعداد میں بکثرت ہیں تو ان کے دلوں کو وہن لگ گیا ہے۔ انہیں موت سے خوف آتا ہے کہ وہ اسے اللہ سے دیدار کا راستہ نہیں سمجھتے۔ دنیا ان کی نظروں میں پرکشش ہو گئی ہے۔ ان کے علماء مداہنت کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کا خون ارزاں ہے۔

ضرورت ہے کہ حج کے بین الاقوامی اجتماع کے موقع پر حراء کا پیغام قلب ونظر میں تازہ کیا جائے۔ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ہم میں سے ہر شخص کلمہ حق بلند کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ ہمیں نہ تو اپنے انجام کی پرواہ ہو اور نہ ہی جمے جمائے کاروبار۔ ہمیں اللہ کے راستے میں نکلنے سے روک سکیں۔ حراء کا پیغام دراصل ایک عالمی اخوت اور ہمہ گیر انصاف کے قیام کی طرف بلاتا ہے اور اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ پھر اس کا یہ وعدہ بھی ہے کہ اگر ہم واقعتاً اللہ پر ایمان لے آئے اور اس پر جم گئے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کے لئے آسمانوں سے فرشتے نازل کرے گا۔ اب اگر خدا کا وعدہ سچا ہے تو ہم آسمانوں سے فرشتے اتارنے کے لئے فضا ہموار کیوں نہیں کرتے؟ آخر ہم پوری دنیا میں اپنی حفاظت کے لئے بار بار اقوام متحدہ اور دشمن مغربی طاقتوں کی طرف کیوں دیکھتے ہیں اور خود اس ملک ہندوستان میں جہاں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے اپنی حفاظت کے لئے ہماری نگاہیں بار بار غیر مسلم سیاسی پارٹیوں اور سیکولر جادوگروں کی طرف کیوں اٹھتی ہیں۔ عام مسلمانوں کو تو چھوڑیے کیا ہمارے علماء کرام بھی حراء کے اس پیغام سے واقف نہیں ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے فرشتے اتارنے کا وعدہ کیا ہے۔ پھر قال اللہ قال الرسول کہنے والوں کی کھیپ بار بار وزیر اعظم کے در پر دستک کیوں دیتی ہے؟ کیا ہمیں حرا کے پیغام کی صداقت میں کوئی شبہ تو پیدا نہیں ہو گیا ہے؟

اب وقت احتساب کا آ پہنچا ہے۔